قریشی
کی
عمران سیریز
پراسرار آگ
جاسوسی نشست
JASOOSI NASHIST

ایس قریشی

کی

عمران سیریز

# پُراسرار آگ

مصنف

ایس قریشی

ایوب اکیڈمی ۳/۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

اس ناول کے تمام نام مقام کردار افراد واقعات اور تشبیہہ دی جانیوالی چیزیں فرضی ہیں کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کے لئے مصنف پرنٹر پبلیشر یا ناشر ذمے دار نہیں۔



قیمت:- ________________

انجمن پریس کراچی میں آفسٹ پر چھپ کر شائع ہوئی۔

خط و کتابت کا پتہ

ایوب اکیڈمی ۳ر لیاقت آباد کراچی ۱۹ر

# اپنی باتیں

پراسرار آگ حسب وعدہ حاضر ہے، بلیک سرکل، بدصورت فتنہ، بلو پرنٹ اور سیاہ بچھو کی پسندیدگی کا شکریہ، دو ایک ہی خط ایسے ملے ہیں جن میں کہانی ہلکی ہونے کا شکوہ کیا گیا ہے۔ ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ ہیروز آف بلگاریہ جیسی کہانی کے لیے سالنامے کا انتظار فرمائیں۔ ایکسو اٹھائیس صفحات اتنی "زوردار" کہانی اپنے اندر نہیں سمو سکتے۔ ویسے بھی ہیروز آف بلگاریہ والی کہانی تقریباً تیرہ سو صفحات پر محیط تھی۔

بھائی سرفراز علی سکھر سے میری تصویر کی بابت لکھتے ہیں۔ ہاں بھائی بہت جبر کر کے نئی تصویر کھنچوا ہی لی اور دی کتاب پر چھپوا دی اب چاہے آپ کو اچھی لگے یا بری اب تو یہ ہی تصویر چلے گی۔ یار لوگوں نے ناطقہ بند کر رکھا تھا کہ بچپن کی تصویر چھاپ کر جوان بننا چاہتے ہیں۔ اب بھگتیں۔ کچھ خطوط میں ناولوں کے سلسلے میں کیے گئے وعدے کی خلاف ورزی پر غصہ کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس میں میرا قصور بالکل نہیں ہے۔

تین مارچ کو کتاب پریس گئی تھی اور سولہ اپریل کو پریس والوں نے چھاپ کر دی۔ میں بیچارہ مصنف اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں سوائے وعدوں کے سو اب وعدہ بھی واپس لے رہا ہوں۔ کہ پریس والے ایفا نہیں ہونے دیں گے۔

والسلام

ایس قریشی

ہوٹل الاسکا کے لان میں آج غیر معمولی چہل پہل تھی۔

ایک برادر اسلامی ملک کے سفیر نے اپنے قومی دن پر اعلیٰ حکام، معززین شہر اور دیگر خاص خاص افراد کو ڈنر دیا تھا۔ اس ڈنر پارٹی میں اعلیٰ طبقہ سے تعلق رکھنے والے تمام افراد جمع تھے ان کے علاوہ غیر ملکی سفیر، اخباری نمائندے اور اٹامک انرجی کمیشن کے بلاوے پر ایک بڑی طاقت کے سائنسدانوں کا وہ گروپ بھی شامل تھا جو ایٹمی تعاون کے سلسلے میں گفتگو کے لئے ان دنوں آیا ہوا تھا۔ پارٹی پورے زور شور سے جاری تھی۔

اور سوٹ بوٹ کے ساتھ ہی بڑی تعداد میں رنگین آنچل بھی لان میں لہراتے پھر رہے تھے لوگ گروپوں کی شکل میں بٹے ہوئے مختلف قسم کی گفتگو میں مصروف تھے۔ غیر ملکی سائنسدانوں کے گروپ کو اخباری نمائندوں نے گھیر رکھا تھا۔

اور وہ ان پر تابڑ توڑ سوالات کر رہے تھے جن کے جواب گروپ کا سربراہ ڈاکٹر

جے۔ آر۔ بلجیانی بڑے تحمل سے دے رہا تھا۔ گو کہ بعض سوالات پر اس کی پیشانی پر ایک لمحہ کے لئے شکنیں سی اُبھر آتی تھیں۔ مگر وہ زبان پر کوئی تلخ جملہ لانے سے قبل ہی اپنے جذبات پر قابو پا لیتا۔ اس وقت بی اے۔ بی۔ پی کا ایک نمائندہ ڈاکٹر بلجیانی سے سوال کر رہا تھا۔

" کیا آپ کی حکومت ایٹمی معلومات مہیا کرنے کے لئے تیار ہے ڈاکٹر۔؟"

" یقیناً۔" ڈاکٹر جے۔ آر بلجیانی نے جواب دیا۔ " میرا ملک ہر اس ملک کے ساتھ ایٹمی تعاون کرنے کے لئے تیار ہے جو اسے پُر امن مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی نیت رکھتا ہو اور ضروری تحفظات فراہم کر سکے۔"

" آپ کے ملک نے ایک پڑوسی ملک کے ساتھ بھی ایٹمی ٹیکنالوجی میں تعاون کیا ہے اور اسے ہر قسم کی معلومات بہم پہنچائی ہیں۔" یو پی پی کے نمائندے نے کہا۔

" وہ ہمارا دوست ملک ہے۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔ " اسی لئے ہر اس میدان میں اس کے ساتھ تعاون کیا جا رہا ہے جس میں اسے ہماری مدد کی ضرورت ہے۔"

" مگر اس ملک کے ایٹمی پروگرام پُر امن نہیں ہیں۔" یو۔ پی۔ آئی کے نمائندے نے کہا جبکہ آپ نے ابھی فرمایا تھا کہ آپ کا ملک صرف پُر امن مقاصد کے لئے ہی ایٹمی ٹیکنالوجی میں دوسرے ملک سے ساتھ تعاون کرے گا۔"

" کیوں۔ اس کے پروگرام پُر امن کیوں نہیں ہیں۔؟" ڈاکٹر بلجیانی نے پوچھا۔

" اس لئے کہ پُر امن مقاصد کے لئے نہ ایٹمی دھماکے کئے جاتے ہیں اور نہ ہی ایٹم بم تیار کئے جاتے ہیں۔" یو پی آئی کے نمائندے نے کہا۔ " جبکہ پڑوسی ملک نے ایٹمی دھماکے بھی کئے ہیں اور ابھی تک ایٹمی ہتھیاروں کے پھیلاؤ کو روکنے والے معاہدے پر دستخط بھی نہیں کئے۔ کیا یہ چیز اس کی نیت پر شک کرنے کے لئے کافی نہیں ہے ڈاکٹر۔؟"

"نہیں۔" ڈاکٹر بلجیانی نے جواب دیا۔ "ہمارے دوست ملک نے ایٹمی دھماکہ صرف اس مقصد کے تحت کیا ہے کہ اس سے اپنی ٹیکنالوجی کی استعداد بڑھائے اور دوسری طرف وہ اس دھماکے کے ذریعہ تعمیری کام سرانجام دے سکے۔"

"ایٹمی ہتھیاروں کے پھیلاؤ کو روکنے والے معاہدے پر دستخط نہ کرنے کے باوجود آپ یہ کہہ رہے ہیں ڈاکٹر۔"

یو پی آئی کے نمائندے نے کہا اور ایک لمحہ کیلئے ڈاکٹر بلجیانی کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھرے پھر وہ ضبط کرتا ہوا بولا۔

"میں صرف یہ ہی کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے دوستوں کی نیت صاف ہے اور ان پر شک کرنیوالوں کے اپنے دلوں میں چور ہے۔" کہتے کہتے کوشش کے باوجود ڈاکٹر کا لہجہ تلخ ہوگیا۔

"ایک سوال پوچھ سکتا ہوں ڈاکٹر۔؟" متحدہ عرب امارات کی نیوز ایجنسی کے نمائندے نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

"ہاں۔ کہئے۔ آپ بھی پوچھئے کیا پوچھنا ہے۔" ڈاکٹر نے سنبھل کر کہا۔

"آپ کے ملک نے جو کردار پڑوسی ملک کے ساتھ اس ملک کی جنگ کے دوران ادا کیا تھا کیا وہی کردار اسرائیل سے جنگ کے دوران مصر اور شام کے ساتھ ادا نہیں کیا جا سکتا تھا۔؟"

"ممکن ہے میرے ملک سے مصر اور شام کے ایسے معاہدے نہ ہوں جن پر عمل پیرا ہوتے ہوئے پڑوسی ملک جیسا کردار ادا کیا جا سکتا۔"

"ایک دوسرا سوال۔" اسی نمائندے نے کہا۔ "کوئی بھی بڑی طاقت کیوں نہ ہو وہ ہم مسلمانوں سے الرجک کیوں رہتی ہے۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔" ڈاکٹر نے الجھ کر کہا۔

"میرا مطلب یہ تھا کہ جہاں بھی مسلمانوں کا مفاد کسی غیر مسلم حکومت سے ٹکراتا ہے تو مسلمانوں سے دوستی کا دم بھرنے والی طاقت یکدم پیچھے ہٹ جاتی ہے جبکہ غیر مسلم ملک سے تعاون کرنے والی بڑی طاقت اپنا پورا زور اس غیر مسلم ملک کو مسلم ملک کے مقابلے پر کامیاب کرانے میں صرف کر دیتی ہے۔ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے۔؟"

"یہ سوال آپ خود اپنے آپ سے کر کے اس کا جواب حاصل کر سکتے ہیں۔" ڈاکٹر نے ایک معنی خیز اور گول مول سا جواب دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

مصری اخبار الاحرام کے نمائندے نے اس سے سوال کرنا چاہا تھا مگر ڈاکٹر نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"بس اب میں تھک گیا ہوں۔" کہتے ہوئے وہ اپنے سفارت خانے کے عملے کی طرف بڑھ گیا۔ یہاں یہ سب کچھ تھا اور دوسری طرف فیاض اور عمران کو کچھ لڑکیوں نے گھیر رکھا تھا۔

ان میں عمران کی منگیتر اور تنویر کی لڑکی پروین بھی شامل تھی۔

پروین ان لڑکیوں میں سے تھی جو اس لئے مسلمان اور مشرقی کہلاتی تھیں کہ ایک مشرقی مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئی تھیں۔ ورنہ ان میں مسلمانوں جیسی کوئی بات نہیں تھی پہناوے اور رہن سہن سے وہ کرسچن لگتی تھیں

اس کی سہیلیاں بھی اسی طرح سے آزاد خیال تھیں۔

اور سب کی سب پڑھی لکھی گریجویٹ اور تیز و طرار۔ اس وقت وہ عمران کو گھسنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

عمران کو گو کہ دعوتی کارڈ سر سلطان کے توسط سے ملا تھا۔ مگر وہ فیاض کے

ساتھ چپکا چلا آیا تھا۔

نہیں چاہتا تھا کہ اس کی سرکاری حیثیت کسی بھی صورت آشکارا ہو۔ اور الاسکائیں داخلے کے وقت سے ابتک اس نے فیاض کو ایک پل کے لئے بھی نظروں سے اُجھل نہیں ہونے دیا تھا۔

اور یہ ہی بات فیاض کو کھولانے کے لئے کافی تھی۔ اس کی آج کی تفریح کا بیڑا عمران غرق کئے دے رہا تھا۔ ورنہ وہ تو یہ سوچ کر دعوت میں شامل ہوا تھا کہ رات کے لئے کوئی نہ کوئی پارٹنر حاصل کر لے گا۔

عام سی دعوت تھی۔ اس لئے کوئی خاص حفاظتی انتظامات بھی نہیں تھے۔ بس دو چار پولیس والوں کی ڈیوٹی ہوٹل کے باہر لگی ہوئی تھی۔ اسی لئے فیاض بھی آزاد تھا۔ مگر یہ آزادی عمران نے سلب کر لی تھی۔ !

" عمران بھائی آپ نے ابتک کتنے مجرموں کو پکڑا ہے۔ ؟" نیلوفر نے پوچھا۔

" اے..... ایک..... ایک کو بھی نہیں..... "

" جھوٹ۔ " شائستہ نے کہا۔ " سنگ ہی کو کس نے بھگایا تھا۔ ؟ "

" وہ..... مم..... میں نے نہیں بھگایا تھا۔ " عمران نے ہکلاتے اور کچھ شرماتے ہوئے جواب دیا۔ " بس اچانک راکٹ کا بٹن دب گیا تھا اس لئے وہ بھاگ گیا۔ "

" اور وہ پچھلا کیس۔ ؟" پروین کی تیسری سہیلی رضیہ نے پوچھا۔

" باتیں۔ " عمران کا چہرہ یکدم لال بھبھوکا ہو گیا۔ " کیس..... لل..... لاحول ولاقوۃ مم..... میں کوئی..... مڈ نائٹ..... نہیں..... مڈ وائف ہوں کیا.. جو

---

۱۔ ملاحظہ فرمائیے ا۔ اس دنیا کے باسی۔ مصنف ایس قریشی

کیس کرتا پھر رہا ہوں گا۔ ہائیں۔" عمران کے جملے کے ساتھ ہی لڑکیوں کے چہرے لال پڑ گئی بکھر گئی اور ایک لمحے کے لیے وہ چپ ہو گئیں۔

"میرا مطلب سیٹھ محمود والے کیس سے تھا عمران بھائی۔" رفیہ نے تیزی سے کہا۔

"وہ..... اسے وہ کیپٹن فیاض نے نپٹایا تھا۔ وہاں۔" عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا۔

"تو کیا اخبارات نے ویسے ہی قصیدے لکھ مارے تھے۔؟"

"اخبار والوں کو تو جھوٹ بولنے کی عادت ہے۔" عمران نے شرمائے ہوئے انداز میں کہا اور پیروں انداز ہی اندر کھولنے لگے۔

"اچھا اب یہ بتائیے آپ ہماری سہیلی کو لینے کب آ رہے ہیں۔؟"

"کک..... کہاں۔؟"

"ان کے گھر اور کہاں۔"

"کک.....کیوں..... نہاں.....کو..... کوئی تکلیف ہے کیا۔؟"

"ہاں بہت بڑی تکلیف ہے۔" ثوبیہ نے کہا۔

"کک.....کیا.....؟"

"یہی کہ وہاں وہ اکیلی آہیں بھرا کرتی ہیں۔"

"تت..... ڈڈ..... ڈاکٹر کو بلوا..... بلوا لیا..... ہوتا....." عمران نے دیدے نچاتے ہوئے کہا اور ثوبیہ کا منہ بن گیا۔

"آپ میں بالکل بھی جمالیاتی حس نہیں ہے کیا۔؟" ثوبیہ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بی بی..... توبہ کرو....." عمران اپنا منہ پیٹتے ہوئے بولا۔ "جمال کی حس مجھ میں کیسے

---

(۱) ملاحظہ فرمایئے بلیک سرکل، بدصورت فتنہ، مصنف ایس قریشی

سکتی ہے۔ کیا میں سامری ہوں۔؟"

"ہونہہ۔" ثوبیہ نے بڑے غصّے سے سر جھٹکا تھا۔

"عمران بھائی آپ ان کا مطلب نہیں سمجھے۔" نیلو نے کہا۔

"مم...... مم..... مم...." عمران صرف منہ چلا کر رہ گیا۔

"ثوبیہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ برات لیکر کب آ رہے ہیں.....؟" قیصر نے سمجھانا چاہا۔

"جب پاگل خانے جانے کا ارادہ ہوگا۔"

"کیا مطلب۔؟" قیصر نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"اپنی سہیلی سے کہو کوئی اور لونڈا دیکھیں۔"

"شٹ اپ......" پروین بڑے غصّے سے بولی اس کے صبر کا پیمانہ چھلک گیا تھا۔

"ارے..... رے..... رے....." ثوبیہ نے پروین کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا اگر ابھی سے یہ حال ہے تو آگے کیسے نبھاؤ ہوگا۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو۔؟" پروین بڑے غصّے سے ہاتھ جھٹک کر بولی۔

"یہی کہ بڑی معصومیت سے دوسرے کو بیوقوف بنانا یا اسے غصّہ دلا کر اپنا کام نکالنا عمران بھائی کے داہنے ہاتھ کا کام ہے۔"

"میں اس کی تائید کروں گا مس تنویر۔" فیاض نے کہا۔ "عمران نام ہے دوسروں کو بیوقوف بنا کر کام نکالنے کا۔ آپ غصّے نہ ہوں۔"

"ہونہہ۔"

پروین چند لمحے عمران کو دیکھتی رہی جو بڑے معصوم اور شرمیلے انداز میں کرسی پر بیٹھا

میز پر آڑی ترچھی لکیریں کاڑھ رہا تھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ اپنے آپ کو تنہا محسوس کر رہا ہو۔
"آپ کی بات ٹھیک ہے کیپٹن صاحب۔" پروین نے کہا اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔
"آج عمران بھائی کو گھر لے چلیں۔" ثوبیہ نے کہا۔
"کیوں میرا مردہ حرام کر رہی ہو بی ثوبیہ۔ ایسی ہی بے چینی ہے تو فیاض کیا ضم... میرا مطلب ہے کیپٹن فیاض کو لے جاؤ۔" عمران نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "وہ تمہاری ساری خواہشات پوری کر دیں گے۔"
"ایڈیٹ۔" ثوبیہ نے غصے سے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ "تمہیں لڑکیوں سے بات کرنے کی تمیز تک نہیں ہے جاہل گنوار۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ پیر پٹختی ہوئی آگے بڑھی اور کونے والی میز پر جا کر بیٹھ گئی۔
نیلو، قیصر، شائستہ اور پروین کے چہروں پر بھی ناگواری کے تاثرات تھے۔
"آپ کو ایسی غلیظ بات نہیں کہنی چاہیے تھی عمران بھائی۔" نیلو نے کہا۔
"یعنی تمہارا مطلب ہے میں ثوبیہ کے ساتھ چلا جاتا۔؟" عمران نے آنکھیں نکالیں۔
"کیا حرج تھا۔ وہ کوئی کھا تو نہیں جاتی۔" نیلو نے کہا۔ "اور پھر ہم سب بھی تو چلتے۔"
"اسے کہتے ہیں زوری اور چینہ... یعنی چوری اور سینہ زوری۔"
"عمران بھائی۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم یہاں سے اٹھ جائیں۔"
"میری خوش قسمتی ہوگی۔"
"یعنی آپ واقعی بھگانا چاہتے ہیں۔" اس بار پروین نے کہا تھا۔
"دیکھو۔ اگر میری پہلی جورو آ گئی تو وہ میرے ساتھ تمہارا بھی دھڑن تختہ کر دے گی

سمجھیں۔" عمران نے نیا پینترا بدلا۔

"کیا۔؟" ان پانچوں کے منہ سے بیک وقت نکلا تھا۔

"آ...... آپ.... آپ شادی شدہ ہیں۔؟"

"آٹھ بجے بجی ہیں۔" عمران نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"میرے خدا اور پروین کے ڈیڈی پھر بھی آپ کے ساتھ شادی پر رضامند ہیں۔"

"کیا.... ذرا زبان سنبھال کے ہاں.... " عمران غرایا۔" میں پروین کے ڈیڈی سے شادی کر کے حد تھیں جاری کرانا چاہتا۔"

"مسٹر عمران۔" پروین نے نرم لہجے میں کہا۔" اگر آپ سنجیدہ نہیں ہو سکتے اور ہمارا یہاں بیٹھنا ناگوار لگ رہا ہے تو صاف کہہ دیجئے ہم اٹھ جائیں گے۔"

"کیا اب بھی کچھ کسر باقی ہے۔!" عمران نے جھلاہٹ بھرے لہجے میں کہا۔ اور پروین اٹھ گئی۔!

چند لمحے وہ عمران کو گھورتی رہی پھر وہ پانچوں ہی غراتی اور جھلاتی ہوئی توبہ کی طرف چلی گئیں۔ اور عمران نے اطمینان کا سانس لیا۔ پھر اس طرح سے سر کو جھٹکا جیسے کوئی بہت بڑا بوجھ سر سے اتر گیا ہو۔

"تم اب بہت غیر شائستہ ہوتے جا رہے ہو۔" فیاض نے چند لمحے بعد کہا۔

"یعنی تمہارا مطلب ہے کہ میں بد تمیز ہو گیا ہوں۔"

"یونہی سمجھ لو۔" فیاض نے کہا۔" لڑکیوں سے اس قسم کی باتیں کرنا اخلاق سے گری ہوئی حرکت ہے اور تم نے تو بہت زیادتی کی ہے۔"

"تو کیا ان کو سر پر بٹھائے رکھتا۔؟"

"اخلاق سے تو گفتگو کر سکتے تھے۔" فیاض نے لڑکیوں کی طرفداری کرتے ہوئے کہا۔ "آخر کو وہ تمہاری منگیتر اور اس کی سہیلیاں ہیں۔"

"توبہ کرو فیاض توبہ۔" عمران نے دیدے نچاتے ہوئے کہا۔ "وہ شیطان کی نانی شیطان کی منگیتر تو ہو سکتی ہے میری نہیں۔"

"تم بھی کسی شیطان سے کم نہیں ہو۔"

"ڈیڈی کو شیطان کہہ رہے ہو۔؟" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"تم ہر معاملے میں اپنے ڈیڈی کو کیوں گھسیٹ لیتے ہو۔" فیاض جھلا کر بولا۔

"تم بات ہی ایسی کرتے ہو۔" عمران نے منہ چلاتے ہوئے کہا۔ "اگر میں شیطان ہوں تو میرا باپ رحمان کیسے ہو سکتا ہے۔"

"لاحول ولاقوۃ۔" فیاض جھلا گیا۔

"پھر وہی شیطان کہا۔"

"تم لڑکیوں کو چھوڑ کر میرے پیچھے کیوں گئے ہو۔؟"

"اس لئے کہ تم میرا بیڑہ غرق کرنے پر تلے بیٹھے ہو۔"

"کیوں۔ میں نے کیا کیا۔؟"

"ایک ماہ سے تم شادی کے لئے زور دے رہے ہو" عمران نے کہا۔ "کیا اس طرح تم میرا بیڑہ منجدھار میں غرق نہیں کرنا چاہتے۔؟"

"اوہ تو یہ بات ہے۔" فیاض مسکرایا۔

"ہاں۔ اور کیا۔"

"اگر تم شادی کر لو تو فائدے میں رہو گے۔"

"وہ کیسے سوپر فیاض۔؟"

"وہ لڑکی بہت دولت مند باپ کی بیٹی ہے۔" فیاض نے آہستہ سے کہا اور اپنے باپ کی اکلوتی اولاد بھی ہے۔"

"پھر۔؟"

"کوڑھ مغز ہی رہو گے۔" فیاض نے کہا۔ "اس کے باپ کے مرنے کے بعد وہی ساری دولت کی وارث ہوگی۔ اور تم اس کے شوہر ہونے کی حیثیت سے ساری دولت کے مالک۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ مجھے اپنا بیڑہ غرق کر لینا چاہیئے۔"

"شادی بیڑہ غرق نہیں کہلاتی۔"

"اسے تم..........." جملہ عمران کے منہ ہی میں رہ گیا بڑی تیز چکا چوند ہوئی تھی اور لان پر موجود تمام افراد چونک پڑے تھے۔

لان کی حد بندی کی دیوار سے چند فٹ آگے گھاس پر ایک کرکٹ کی گیند کے برابر سفید رنگ کی گیند پڑی ہوئی تھی اور یہ چکا چوند اسی کی وجہ سے ہوئی تھی گیند سے ہلکے کاسنی رنگ کی شعاعیں سی پھوٹ رہی تھیں اور چکا چوند انہی شعاعوں کی مرہون منت تھی۔

گیند سے قریب ترین میز پر بیٹھا ہوا ایک ادھیڑ عمر آدمی کرسی سے اٹھا اور بڑی تیزی سے گیند کے قریب پہنچا۔

پھر شاید اس نے گیند پکڑنے کے لئے ہاتھ نیچے جھکایا ہی تھا کہ کاسنی شعاعوں میں نیلگوں روشنی کی لہریں نمودار ہوئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ بڑی تیزی سے چھ فٹ قطر کے دائرے کی صورت میں پھیل گئیں۔

گیند اٹھانے کے لئے جھکنے والا ادھیڑ عمر آدمی ان شعاعوں کے گھیرے میں ساکت

کھڑا رہ گیا۔

عمران بڑی تیزی سے اپنی جگہہ سے اٹھا تھا پھر وہ ادھیڑ عمر کی طرف بڑھا ہی تھا کہ وہ ناقابل فراموش حیرت انگیز واقعہ پیش آگیا جس نے ہر ایک کو اپنی جگہہ ساکت و جامد کر کے .. رکھ دیا۔

ادھیڑ عمر کے پیروں کے پاس اچانک شعلہ سا بھڑک کر ٹھنڈا ہو گیا اور پھر ادھیڑ عمر کا جسم پیروں کے پاس سے سرخ ہونے لگا۔ اور آہستہ آہستہ یہ سرخی اس کے سر کی طرف بڑھنے لگی۔

اس کے ساتھ ہی جتنی جگہہ میں نیلگوں اور کاسنی شعاعوں کا دائرہ تھا اتنی جگہہ کی گھاس بھی سرخ ہو گئی۔

انگاروں کی طرح سرخ، اس میں سے ہلکی سی آنچ نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔ شعلے بھی تھے مگر ان میں اونچائی چند انچ سے زیادہ نہیں تھی۔ ادھیڑ عمر کا جسم اب سر کے بالوں تک سرخ ہو چکا تھا۔

بس یہ ہی محسوس ہو رہا تھا کہ آدمی کی شکل کا کوئی لوہے کا مجسمہ آگ میں تپا کر باہر نکالا گیا ہو۔

اب قریب ترین میز پر موجود افراد کھسک کر دور ہٹ گئے تھے کیونکہ اس آگ کی گرمی ناقابل برداشت حد تک تیز تھی۔ ادھیڑ عمر کا جسم ٹھنڈا ہونے لگا اور چند ہی لمحوں میں وہ بتدریج اوپر سے نیچے کی طرف ٹھنڈا ہوتے ہوتے بجھ گیا۔ ان سب کی نگاہیں اسی پر جمی ہوئی تھیں۔

ادھیڑ عمر کا جسم بمعہ لباس اسی طرح جھکا ہوا تھا۔ پھر سب سے پہلے ادھیڑ عمر کا

سر اس طرح ٹوٹ کر گرا جیسے مٹی کا رہا ہو اور پھر پورا جسم ہی مٹی کے گھروندے کی طرح نیچے ڈھیر کی شکل میں گر پڑا۔

اب اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کبھی کوئی انسان رہا ہو گا۔ کاسنی روشنی کے حصار میں آنے والی گھاس بھی اب سرخی کھو چکی تھی اور خاک کی مانند نظر آ رہی تھی۔

"ریاض پھر سوچ لو۔" خوبصورت سی عورت نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میں سب کچھ سوچ چکا ہوں نینا۔" اس کے ساتھی مرد نے جوابدیا۔

"مگر میرا خیال دوسرا ہے۔"

"وہ کیا۔؟"

"ہماری مشکلات کا حل کسی پیر فقیر کے پاس نہیں ہے۔"

"پھر۔؟ تمہارے خیال میں ہماری پریشانیوں کا حل کس کے پاس ہے۔؟"

"ہمیں اپنے دوستوں سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کرنا چاہیئے۔"

"کیا تم یہ چاہتی ہو کہ کل تک جن دوستوں کی مدد کیا کرتا تھا آج خود ان کے در پر سوالی بنکر جاؤں۔؟" مرد نے ناخوشگوار لہجے میں جوابدیا۔

"اگر یہ نہیں کر سکتے تو کسی بینک سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔"

"حالیہ افواہوں کی وجہ سے بینک بھی اب قرض نہیں دے سکتا۔"

"کیا مطلب۔؟"

"موجودہ حکومت زرعی زمینیں مالکان سے یکسر تقسیم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اسی لئے بینکوں کو حکم ملا ہے کہ کسی زمین کو گروی رکھ کر کوئی قرض نہیں دیا جائے۔"

"کیا ہماری زمینیں چھن جائیں گی۔؟"

"ساری نہیں کچھ حصہ ہمیں ملے گا اور بقیہ حکومت لے لے گی۔"

"آخر کیوں۔؟"

"اس لئے کہ نئی حکومت اپنی کوئی نہ کوئی چوہدراہٹ دکھا کر ملک کو کمزور کرنا چاہتی ہے۔"

"کیا یہ لوگ ملک اور قوم کے وفادار نہیں ہیں۔؟"

"اگر ہوتے تو انسانوں کو پرکھنے کی صلاحیت رکھتے۔ مگر ہر لیڈر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کے چکر میں ہے۔ اور عوام ان کی ڈیڑھ اینٹ کی ضربات سہتے سہتے قریب المرگ ہوتے جا رہے ہیں۔"

"تو پھر اس کا بہترین حل یہ ہے کہ تم اسے فروخت کر دو۔"

"یہ میری خاندانی زمینیں ہے میں اسے فروخت نہیں کروں گا۔" مرد نے قطعی اور اٹل لہجے میں کہا اور اس کی ساتھی عورت چند لمحے کے لئے خاموش ہوگئی۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی۔ اسی دوران بیرہ ان کے آرڈر کی چیزیں میز پر رکھ گیا تھا۔ عورت چونکی اور اپنے ساتھی مرد کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"ریاض اگر زمینیں واقعی حکومت نے چھین لیں تو پھر تم کیا کرو گے۔؟"

"وہ ایک مجبوری اور بے بسی ہوگی۔"

„ اس بے بسی سے چھٹکارہ کیوں نہیں پا لیتے۔" عورت نے چائے بناتے ہوئے کہا۔

„ تمہارا مطلب ہے زمینیں فروخت کر دوں۔؟"

„ ہر عقلمند آدمی یہ ہی کرے گا۔" عورت نے چائے کا کپ ریاض کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ „مفت جانے سے یہ بہتر ہے کہ کچھ مل جائے۔"

„ مگر میں اس کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

„ پھر تو ہماری مشکلات کا حل کچھ نہیں ہے۔"

„ آگ بابا ہمارے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکال دے گا۔" مرد نے پر یقین لہجے میں کہا اور پلیٹ اپنی طرف کھسکا کر مچھلی کھانے لگا۔

„ آگ بابا ہمارے اوپر چڑھا ہوا پچاس ہزار کا قرضہ نہیں آتار سکتا۔" لڑکی نے چکن پیس چھری سے کاٹتے ہوئے کہا۔

„ یہ اس سے مل کر ہی معلوم ہو سکے گا کہ وہ ہمارے لئے کیا کر سکتا ہے۔" مرد نے مچھلی کا ٹکڑا نگلنے کے بعد کہا۔ „ اور یہ کہ ہم اس سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔"

„ تمہیں آگ بابا کے پاس جانے کا مشورہ کس نے دیا تھا۔؟"

„ کسی نے بھی نہیں۔"

„ کیا مطلب۔؟"

„ مطلب یہ کہ آگ بابا کے بارے میں میں نے اپنے دوستوں اور ملنے والوں سے بہت کچھ سنا ہے، آگ بابا نے میرے کتنی دوستوں کی ایسی ہی پریشانیاں حل کری ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ میری پریشانی بھی حل کر دے گا۔" کہتے کہتے مرد کی آنکھوں کے سامنے ایک خوبصورت سا چہرہ جگمگانے لگا۔

ایک حسین ترین اور پُر شباب عورت کا چہرہ۔ پھر منظر بدل گیا اور اب وہ اپنے آپ کو اسی عورت کے ساتھ ایک بستر پر لیٹے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ لذت و سرور کے تصوّر سے ہی اس کے جسم میں ایک لہر دوڑ گئی اور اس کی آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں۔

"ریاض..... ریاض.... کیا ہوا۔؟" نینا نے گھبرا کر پوچھا۔

"کک.... کچھ.... کچھ نہیں....." ریاض نے چونک کر آنکھیں کھول دیں اور اس طرح نینا کی طرف دیکھنے لگا جیسے امکان ہو کہ وہ اس کے تصوّر سے آگاہ ہو چکی ہے۔"

"سر چکرا گیا تھا کیا۔؟"

"نہیں ڈارلنگ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔" ریاض نے کہا۔ "میں تو تمہاری بات پر غور کر رہا تھا کہ کس حد تک درست ہے۔"

"ایک بات میری سمجھ میں آئی ہے۔!"

"وہ کیا۔؟" ریاض نے مچھلی کا آخری ٹکڑا فوکر سے اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارے اس کاروبار کا کیا ہوا جو تم کسٹم میں شروع کر رہے تھے۔؟"

"وہاں رجسٹریشن ہو گیا ہے۔ مگر میں نے کوئی ٹینڈر ابتک نہیں بھیجا۔"

"کیوں۔؟"

"جب پیسہ ہی نہیں ہے تو سپلائی کیسے کروں گا۔"

"چھوٹے موٹے ٹینڈر بھرو۔ پھر بعد میں بڑے ٹینڈروں کو دیکھنا۔"

"کوئی بھی ٹینڈر رشوت کے بغیر پاس نہیں ہوتا۔ اور پھر چھوٹے ٹینڈروں میں ہمیں روٹی بھی نہیں ملے گی۔"

"میری مانو تو زمینیں فروخت کر کے سپلائی شروع کر دو۔" نینا نے کہا۔ "جب

پیسہ ہوگا تو زمینیں خرید لیں گے۔"

"نہیں میں یہ نہیں کر سکتا۔" ریاض نے کہا۔ "تم میری بیوی ہو اور جانتی ہو کہ میں نے اس بارے میں اپنی ماں کا کہا بھی نہیں مانا تھا۔ میں اس سلسلے میں کسی کا بھی کہا نہیں مان سکتا۔ میں زمینیں فروخت نہیں کر سکتا۔"

"اگر آگ بابا نے بھی کوئی حل نہیں نکالا تو۔؟" نینا نے چائے کا گھونٹ بھرنے کے بعد کہا: "پھر تم کیا کرو گے۔؟"

"اس کا مجھے بھروسہ ہے کہ آگ بابا میری مشکلات کا حل ضرور بتا دیں گے۔" کہتے کہتے ایک بار پھر وہی چہرہ اس کے سامنے آگیا جسے وہ تصور میں کچھ دیر پہلے دیکھ چکا تھا اس بار اس کے تصور میں وہ چہرہ کہہ رہا تھا۔

"آگ بابا سے ملو۔ وہ تمہاری مشکلات کا حل بتا دے گا۔ اس نے سینکڑوں لوگوں کی پریشانیاں دور کی ہیں، وہ صاحب کرامات ہے، صاحب اختیار ہے، وہ چاہے تو انگلی کے اشارے سے تم کو کروڑ پتی بنا سکتا ہے۔ اس سے ضرور ملو۔ اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے جاؤ، آگ بابا کی ہر بات پر عمل کرو، آگ بابا کے در سے کبھی کوئی سوالی خالی ہاتھ نہیں گیا۔ ریاض میں بھی آگ بابا کے در سے فیضیاب ہو چکی ہوں آگ بابا نے میری پریشانیاں بھی دور کی ہیں۔ جاؤ آج ہی جاؤ آگ بابا سے ملو۔ جاؤ..... جاؤ........ جاؤ..... تمہاری پریشانیوں کا حل آگ بابا کے پاس ہے جو تمہیں اس بھنور سے نکال سکتا ہے۔ وہ صرف اور صرف آگ بابا ہے۔"

"تم باتیں کرتے کرتے کہاں کھو جاتے ہو ریاض۔" نینا نے پریشانی سے پوچھا۔

"اوہ کہیں نہیں۔" ریاض نے چونک کر کہا۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ تم کوئی ایسی ویسی بات سوچ رہے ہو۔" نینا نے پریشانی سے پوچھا۔ اس کے ذہن میں خودکشی کا لفظ گونج رہا تھا۔

"ارے نہیں بھئی۔ میں اب اتنا بزدل بھی نہیں ہوں کہ خودکشی کرنے کی سوچوں۔" ریاض نے ہنس کر کہا۔ "بس اب آگ بابا کے پاس چلتے ہیں اگر کوئی حل مل گیا تو ٹھیک ہے ورنہ پھر دوبارہ سر جوڑ کر بیٹھیں گے اور سوچیں گے کہ کیا کریں۔"

"ٹھیک ہے۔" نینا نے سر ہلا دیا۔ "اگر زیورات چوری نہ ہو جاتے تو آج کو اتنا پریشان نہ ہونا پڑتا۔ وہ کم از کم دو لاکھ مالیت کے تھے۔"

"گئی ہوئی چیز کا رونا نہیں رویا کرتے۔" ریاض نے کہا پھر اس نے ایک ہی گھونٹ میں چائے حلق میں انڈیلی اور رومال سے منہ صاف کرنے لگا۔ دس منٹ بعد وہ لوگ ہوٹل سے باہر نکل رہے تھے۔

ایک ٹیکسی انھیں ہوٹل سے باہر نکلتے ہی مل گئی تھی۔ ریاض نے ڈرائیور کو پتہ بتایا اور وہ دونوں پچھلی نشست پر ڈھیر ہو گئے۔ بیس منٹ بعد وہ شہر کے اس حصے میں نظر آئے جہاں کے رہنے والوں کو خود پتہ نہیں تھا کہ ان کے پاس کتنی دولت ہے۔ کوئی بھی بنگلا دو ہزار گز سے کم پر تعمیر نہیں ہوا تھا۔

ریاض اور نینا نے جس بنگلے کے سامنے ٹیکسی رکوائی وہ تین ہزار گز پر بنا ہوا تھا۔ گیٹ پر ایک چوکیدار موجود تھا۔ وہ اترے۔ ریاض نے کرایہ ادا کیا اور گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔

"کس سے ملنا ہے صاحب۔؟" چوکیدار نے ان کے قریب پہنچنے پر پوچھا۔

"آگ بابا سے۔" ریاض نے جلدی سے کہا۔

" آگ بابا کا وقت دو بجے تک کا ہوتا ہے صاحب۔ اس وقت وہ عبادت کر رہے ہوں گے۔ اب کل صبح ہی ملیں گے۔"

" مگر ہمیں تو بہت ضروری ملنا ہے۔" ریاض نے کہا۔

" ہم افسوس ہی کر سکتا ہے صاحب۔ ہمیں اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔" چوکیدار کے الفاظ نے ریاض پر افسردگی طاری کر دی تھی۔ اچانک وہ تینوں ہی اچھل پڑے۔ ایک نرم اور میٹھی آواز ان لوگوں کو سنائی دی تھی۔

" سراج ان لوگوں کو اندر آنے دو۔" تخاطب چوکیدار سے تھا۔ وہ حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگے۔ ان کی آنکھوں میں حیرت اور الجھنیں تھیں۔ وہ یہ اندازہ نہیں لگا پائے تھے کہ آواز کس جانب سے آئی ہے۔

" کون بولا تھا۔؟" نینا نے چونک کر پوچھا۔

" یہ آگ بابا کی آواز تھی میم صاحب۔" چوکیدار جسے سراج کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا نے بتایا۔

" اوہ۔" نینا نے حیرت سے کہا۔" اسے کیا پتہ کہ ہم آئے ہیں۔"

" میم صاحب جی آگ بابا کو ہر بات کی خبر رہتی ہے۔" سراج نے بتایا۔" اب آپ اندر جائیں آگ بابا نے اجازت دے دی ہے۔"

" آؤ ڈارلنگ چلو۔" ریاض نے نینا کا ہاتھ پکڑ کر اندر کی سمت بڑھتے ہوئے کہا۔

" حیرت انگیز ریاض۔" نینا نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔" کیا یہ کرامت ہے۔"

" تم کیا سمجھتی ہو۔؟"

" میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔"

"یہ کرامت ہی ہے۔" ریاض نے کہا۔ "اگر آگ بابا روشن ضمیر نہ ہوتا تو اسے ہماری آمد کی خبر کیسے ہوتی اور پھر اس کی آواز ہم کیسے سنتے۔"

"واقعی حیرت انگیز بات ہے۔" نینا نے کہا وہ کچھ کچھ متاثر لگ رہی تھی، برآمدے میں وہ جیسے ہی پہنچے ایک سولہ سترہ سالہ لڑکا ان کے سامنے آگیا۔

"اس طرف آجایئے۔" وہ انھیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا ہوا ایک طرف چلنے لگا۔
ایک طویل راہداری طے کرنے کے بعد وہ ایک دروازے کے پاس رکا اور انھیں اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"تشریف لے جایئے۔" وہ دونوں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے اور پھر۔۔۔
ان کی آنکھیں سامنے کا منظر دیکھتے ہی گویا پتھرا گئی تھیں۔ یہ ایک بڑا سا ہال تھا، جس میں کرسیاں لگی ہوتی تھیں اور ان کے سامنے اسٹیج تھا جس پر آگ جل رہی تھی اور اس آگ میں اٹھنے والے شعلوں کے درمیان ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ آگ کی حدت سے سرخ ہو رہا تھا۔ مگر اس سرخی میں بھی ایک نرماہٹ اور ایک کشش تھی۔

وہ مبہوت سے کھڑے رہ گئے۔ آگ کی لپٹیں تیز ہونے لگی تھیں شعلے بار بار لپک رہے تھے۔ اور آگ بابا ان کے درمیان اس طرح کھڑا ہوا تھا جیسے وہ آگ نہ ہو۔ ٹھنڈے پانی کی پھوار ہو۔

عمران کے منہ سے ایک لمبا سا سانس نکل گیا۔

"میرے خدا یقین نہیں آتا۔" فیاض کی سرگوشی عمران نے اپنے کان کے پاس سنی تھی۔

"یقین تو کسی کو بھی نہیں آئے گا۔" عمران نے کہا۔ "مگر اس سے کیا ہوتا ہے۔؟"

"وہ آگ بن کر خاک ہو گیا۔" فیاض نے متحیر لہجے میں کہا۔

"ہوش کی دوا کرو کپتان صاحب۔" عمران نے کہا۔ "یہ سب کچھ تمہاری موجودگی میں ہوا ہے ڈیڈی بھی یہاں ہیں۔ اب ہاتھ پیر ہلاؤ۔ ذہن کا استعمال کرو۔"

"یہ میرا علاقہ نہیں ہے۔" فیاض نے اطمینان سے کہا۔

"تو یہ عام پولیس کے بس کا بھی نہیں ہے۔" عمران نے کہا۔ "واضح طور پر نظر آ رہا ہے کہ یہ سب کچھ سائنسی شعبدہ بازی ہے۔"

"جب تک مجھے احکامات نہ ملیں میں کیا کر سکتا ہوں۔" فیاض نے کہا۔ مگر اس کا چہرہ اس کے الفاظ کی نفی کر رہا تھا۔ وہ اچھی طرح سے سمجھ رہا تھا کہ اس واقعے کی تحقیقات اسے ہی کرنی پڑے گی۔ رحمان صاحب کی موجودگی نے اس بات کو اور بھی تقویت دی تھی۔ پھر اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتا رحمان صاحب اس کے قریب پہنچ گئے۔

"یہ سب کیا ہے۔؟" رحمان صاحب نے کہا۔

"میں خود حیران ہوں جناب۔" فیاض نے تیزی سے جواب دیا۔

"تحقیقات کرو، مرنے والا کون تھا اور یہ سب کیا ہے۔" رحمان صاحب نے اپنا حکم سنایا اور فیاض گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

"بہتر جناب۔"

"کسی غیر متعلق آدمی کو ساتھ رکھنے کی ضرورت نہیں۔" رحمان صاحب نے ایک اچٹتی سی نظر عمران پر ڈالتے ہوئے کہا اور ایک جانب بڑھ گئے۔

"چلو تم بھی جاؤ پیارے۔" عمران نے کہا اور خود اس طرف بڑھتا چلا گیا جہاں اس نے کچھ دیر قبل فون رکھا دیکھا تھا۔ یہ لابی کا ایک الگ تھلگ کونا تھا اور فون کے گرد ایک آرائشی مجسمہ رکھا ہوا تھا۔

اس طرح اگر کوئی فون کرتا تو لان میں موجود لوگ اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ عمران نے فون اپنی جانب کھسکایا پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"اٹ از جولیا۔" دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوتے ہی جولیا کی آواز آئی۔

"ایکسٹو۔" عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر۔"

"ہوٹل الاسکا میں ایک حادثہ ہو گیا ہے۔" عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "معلوم کراؤ کر مرنے والا کون تھا۔ اور کس ملک سے تعلق رکھتا ہے۔"

"میں صفدر کو روانہ کر دیتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" عمران نے کہا۔ "خاور کو بھی روانہ کر دو، اسے یہ معلوم کرنا ہے کہ گیند پھینکنے والا کون تھا۔ اس کا نتیجہ دیکھنے کے لئے کوئی نہ کوئی وہاں ضرور موجود ہو گا۔"

"بہتر جناب۔" جولیا نے کہا۔ "میرا خیال ہے وہاں آج ایک پارٹی تھی۔"

"ہاں۔ اور رحمان صاحب کے علاوہ اعلیٰ حکام اور منسٹر بھی وہاں موجود ہیں۔ اس سے کہو کام ہوشیاری سے ہونا چاہیئے۔"

"بہتر جناب۔ اور کچھ۔"

"نہیں۔" عمران نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔ رحمان صاحب کے کہنے کے بعد وہ کھلم کھلا وہاں پوچھ گچھ نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی فیاض کے ساتھ رہ سکتا تھا اس لئے اس نے یہی بہتر سمجھا تھا کہ اپنے ماتحتوں سے کام لے۔

وہ اسی طرف چلا آیا جہاں سب لوگ جمع تھے۔ فیاض نے مرنے والے کی لاش کے پاس کسی کو نہیں جانے دیا تھا۔ اور بوکھلایا ہوا پھر رہا تھا۔ ایک مرتبہ جب وہ عمران کے قریب سے گزرنے لگا تو عمران نے کہا۔

"ماتحتوں کو بلاؤ سوپر، کیوں شامت بلا رہے ہو۔"

"اوہ..... ہاں۔" فیاض جیسے سوتے سے جاگا ہو پھر وہ فون کرنے کے لئے لابی کی طرف دوڑ لگا گیا تھا۔ عمران بھی ٹہلتا ہوا اسی طرف جا پہنچا۔ فیاض اپنے محکمے کو فون کرنے کے بعد ریسیور رکھ رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی بولا۔

"یں نے متعلقہ عملے کو بلا لیا ہے۔"

"گڈ۔" عمران نے کہا۔ "مرنے والے کی راکھ اور جتنی جگہ میں وہ کاسنی روشنی کا دائرہ تھا وہاں کی ساری مٹی احتیاط سے اٹھوا لینا۔"

"احتیاط سے کیوں۔"

"تمہاری عقل کہاں ہے سوپر۔" عمران نے کہا۔ "وہ جگہ اب تابکاری ذرات سے آلودہ ہو چکی ہے اور لوگوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"اوہ۔ تو کیا وہ ایٹمی گیند تھی۔؟" فیاض چونک پڑا۔

"ایٹمی گیند نہیں تھی اس گیند کے اندر ایٹمی مادہ تھا۔"

"تو وہ کاسنی اور نیلگوں شعاعیں۔؟"

"وہ اسی ایٹمی مادے سے پیدا ہوتی تھیں۔"

"حیرت انگیز۔" فیاض بڑبڑایا۔ "اب دن کا چین اور رات کا سکون حرام ہو جائے گا کیونکہ مرنے والا ہمارے ایک دوست ملک کا سائنسدان تھا۔"

"اوہ ہو۔۔" عمران کے ہونٹ سکڑ گئے۔

"وہ سعودی عرب کے ایٹمی ٹکنالوجی کے شعبے کا سربراہ ڈاکٹر پروفیسر وحید فیصل تھا اور خاص طور پر ہماری حکومت کے بلاوے پر یہاں آیا تھا۔"

"وہ یہاں کس لئے آیا تھا۔؟" عمران نے پوچھا۔ فیاض بوکھلاہٹ میں اسے وہ معلومات فراہم کر رہا تھا جس کے لئے اس نے اپنے ماتحتوں کو لگایا تھا لہذا وہ اس موقعے سے پورا پورا فائدہ کیوں نہیں اٹھاتا۔"

"یہ مجھے نہیں معلوم۔" فیاض نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "البتہ یہ معلوم

ہے کہ وحید فیصل کے علاوہ بھی اور کئی ملکوں کے سائینسدان آئے ہوئے ہیں اور وہ سب حکومت کے مہمان ہیں۔"

"کوئی خفیہ کانفرنس ہونیوالی ہے کیا۔؟" عمران نے پوچھا۔

"کہاناکہ اس بارے میں مجھے کوئی علم نہیں۔"

"یہ معلوم ہوناضروری ہے۔" عمران بڑبڑایا۔

"کیوں۔؟ تم کیا سوچ رہے ہو۔؟" فیاض نے اسے شک آلود نظروں سے گھورتے ہوئے کڑے لہجے میں پوچھا۔

"تمہارے فائدے کی خاطر۔" عمران نے کہا۔" ظاہر ہے اس کی موت بڑے ڈرامائی اور سائنٹیفک انداز میں ہوئی ہے لہذا ممکن ہے یہ ہمارے برادر ملکوں کے سائینسدانوں کے خلاف کسی قسم کی سازش ہو۔"

"ایسا ہونا ممکن ہے۔" فیاض نے تائید کی۔

"ہے نا۔؟" عمران چہکا۔" تو پھر کر ڈالو معلومات۔"

"ضرور۔ مگر نتیجے سے تمہیں آگاہ کرنا ضروری نہیں ہوگا۔"

"پرواہ مت کرو۔" عمران نے کہا۔" ایسی معلومات خود بخود اڑ کر مجھ تک پہنچ جاتی ہیں"

"شاید اس بار ایسا نہ ہوسکے۔"

"کیوں۔ تم آسمان پر جال تان دوگے۔؟"

"اگر واقعی کوئی کانفرنس ہونیوالی ہے تو یقینی طور پر وحید فیصل کی موت کسی سازش کا نتیجہ ہوگی۔" فیاض نے کہا،" لہذا جس کانفرنس کا کوئی مندوب قتل کردیا جائے وہ یقینی طور پر بہت اہم اور خفیہ نوعیت کی ہوگی اور ایسے راز عام افراد کو نہیں بتائے جاسکتے۔"

"پرواہ مت کرو۔" عمران نے سر ہلا دیا۔

"اور پھر تمہارے ڈیڈی نے جو کچھ کہا ہے وہ تم نے بھی اپنے کانوں سے سنا ہے۔"

"اگر تم راضی ہو جاؤ تو میں اس بات سے منکر ہو سکتا ہوں کہ میں نے ایسی کوئی بات اپنے کیا تمہارے کانوں سے بھی سنی ہے۔"

"میں ابھی کچھ دن اور سروس کرنا چاہتا ہوں۔"

"کرو۔ کرو۔ سروس۔ میں منع نہیں کرتا۔" عمران نے کہا۔ "مگر بعد میں میرے پاس دوڑے مت آنا۔"

"تم کیا سمجھتے ہو۔" فیاض غرایا۔ عمران کی اس بات سے اس کی انا کو ٹھیس پہنچی تھی۔

"ایک پیارا سا اُلو۔" عمران اس کی بات کاٹ کر بولا۔

"میں خود بھی ایسے کیس حل کر سکتا ہوں۔" فیاض عمران کا جملہ نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔ اور عمران کے ہونٹوں پر ایک استہزائیہ سی مسکراہٹ دوڑ گئی، وہ چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر مڑا اور لابی کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

فیاض اس کے جانے کے بعد خود بھی آگے بڑھا تھا اس نے اپنے دفتر کے اس عملے کو لان میں آتے دیکھ لیا تھا جس کو اس نے فون کر کے بلایا تھا۔ وہ اسی طرف بڑھتا چلا گیا۔ عمران نے بھی فیاض کے محکمے کے افراد کو دیکھا تھا۔ پھر وہ ان سے کٹ کر ہوٹل کی لابی کی طرف چل دیا۔ خیال یہ تھا کہ لابی سے گزر کر وہ الاسکا کے ہال میں چلا جائے گا۔ اب وہ پارٹی سے اکتایا ہوا لگ رہا تھا۔

اتنا بڑا واقعہ ہو جانے کے باوجود اس کا دل وہاں رکنے کو نہ چاہ رہا تھا۔ ویسے بھی وہ پارٹی میں ڈاکٹر داور کو دیکھ چکا تھا لہٰذا جو کچھ اس گیند اور اس پراسرار آگ کے بارے

میں وہ جاننا چاہتا بعد میں ڈاکٹر داور سے معلوم کر سکتا تھا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ اس گیند اور آگ کے سلسلے میں رحمان صاحب ڈاکٹر داور سے رائے ضرور معلوم کریں گے اور رائے معلوم کرنے کے لئے لازمی طور پر ڈاکٹر داور کو اس جگہہ کا معائنہ کرنا پڑتا اور وہاں سے جلی ہوئی راکھ تجزیے کیلئے لے جانی پڑتی۔

الاسکا کی لابی سے گزر کر وہ ہال میں بھی نہیں رکا باتھ روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ بڑے زور کی حاجت محسوس ہوئی تھی۔

جیسے ہی وہ باتھ روم والی راہداری میں جانے کے لئے الاسکا کے منیجر کے کمرے کے پاس سے گزرا ایک آواز سن کر چونک پڑا نہ صرف چونکا بلکہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ اندر سے ایک عورت کا جملہ سنائی دیا تھا۔

"میں نے اسے دیکھا ہے۔"

"بس خاموش ہو جاؤ رینی۔" کسی مرد نے کہا عمران اس آواز کو پہچانتا تھا یہ الاسکا کے منیجر کی آواز تھی اور رینی شاید اس کی بیوی تھی۔

"کیوں خاموش ہو جاؤں۔" رینی کی آواز آئی۔ "پولیس کی مدد کرنا ہر شریف شہری کا فرض ہے۔"

"مگر میں نہیں چاہتا کہ تم پولیس کی مدد کرو۔"

"آخر کیوں۔؟ تم کیوں نہیں چاہتے کہ میں پولیس کو بیان دوں۔؟"

"اس لئے کہ پولیس الٹا تم ہی کو پھانسنے کی کوشش کرے گی۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔"

"دوسری بات یہ کہ یہ کوئی عجیب و غریب چکر نظر آتا ہے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ اس

آگ کے ذمّے دار تمہارے دشمن ہو جائیں۔"

"کیوں..... کیوں..... وہ میرے دشمن کیوں ہو جائیں گے۔؟"

"اس لئے کہ جب تم یہ بتاؤ گی کہ تم نے اسے دیکھا ہے تو مجرم تمہیں راستے سے ہٹانے کی کوشش کریں گے۔"

"میری ان کی دشمنی تو نہیں ہے۔"

"نہیں ہے تو ہو جائے گی۔" منیجر کی آواز آئی۔ "کیا تم سمجھتی ہو وہ کسی ایسے گواہ کو زندہ رہنے دیں گے جو ان کی شناخت کر سکتا ہو۔"

"تم مجھے ڈرا رہے ہو۔"

"نہیں حقیقت بتا رہا ہوں۔"

"تب تو میں زبان بند رکھوں گی۔" رنی کی خوفزدہ آواز سنائی دی۔

"اپنے حق میں اچھا کرو گی۔" منیجر کی آواز سنائی دی اس کے ساتھ ہی ایسا لگا جیسے کرسی کھسکائی گئی ہو۔ پھر قدموں کی چاپ ابھری اور عمران تیزی سے باتھ روم والی راہداری میں مڑ گیا۔

اب اس کا ذہن بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا باتھ روم سے واپسی پہ ہال میں اس نے منیجر کے ساتھ ایک کرسچن عورت کو دیکھا۔

وہ عمر کے اعتبار سے پچیس سے زیادہ کی نہیں تھی۔ خوبصورت بھی تھی اور سکیس اپیل بھی بدرجہ اتم موجود تھی۔ شاید وہی رنی تھی جس سے منیجر اپنے آفس روم میں گفتگو کرتا رہا تھا۔

وہ ایک بیرے سے کچھ کہہ رہا تھا جبکہ رنی اپنی میز پر بیٹھی ہوئی تھی۔ پھر منیجر ہال سے

باہر نکل گیا اور بیرہ کچن کی طرف چلا گیا۔ عمران ہال میں آگیا۔ اتفاق ہی تھا کہ ہال میں کئی میزیں خالی نظر آرہی تھیں۔

اس لئے وہ جگہ نہ ہونے کا بہانہ کر کے رینی کی میز پر نہیں بیٹھ سکتا تھا پھر۔؟ اس نے سوچتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالا اور اچانک ہی ایک ترکیب اس کی سمجھ میں آگئی۔ جیب میں اس کا ہاتھ ان کارڈروں سے ٹکرایا تھا جو اکثر اس کی جیب میں اسی مقصد کے تحت پڑے رہتے تھے۔

وہ سیدھا رینی کی میز کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ رینی اسے اپنے سامنے دیکھ کر چونک پڑی تھی۔

"فرمائیے۔" وہ استفسارانہ انداز میں عمران کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"میرا کارڈ۔" عمران نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر رینی کے سامنے کر دیا۔

"انسپکٹر صمدانی۔" رینی نے پڑھا پھر عمران سے بولی۔ "تشریف رکھئے۔"

"شکریہ۔" عمران نے بیٹھنے کے بعد کہا۔

"کیا خدمت کر سکتی ہوں۔؟"

"مادام رینی۔" عمران نے کہا۔ "میں آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"معلومات۔" رینی چونک پڑی۔ "کیسی معلومات۔؟"

"میرا خیال ہے آپ ہی وہ واحد ہستی ہیں جس نے اس پراسرار گیند پھینکنے والے کو دیکھا ہے۔" عمران نے رینی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"نن........ نن........ نہیں۔" رینی نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

" آپ خوفزدہ نہ ہوں۔" عمران نے کہا۔" آپ جو کچھ کہیں گی وہ نہ صرف مجھ تک محدود رہے بلکہ کسی بھی مرحلے پر آپ کا نام درمیان میں نہیں آئے گا۔"

" انسپکٹر صمدانی، آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" رینی نے کہا۔" اگر میں کچھ جانتی ہوتی تو اس کے بارے میں فوری طور پہ باہر جا کر پولیس کو بتلا دیتی۔"

" مادام رینی۔" عمران نے گہری سنجیدگی سے کہا۔" میں نے آپ کی وہ گفتگو لفظ بہ لفظ سنی بھی ہے اور ٹیپ بھی کی ہے جو آپ آفس روم میں اپنے ہز بینڈ سے کر رہی تھیں۔"

" مائی گاڈ۔" رینی کا منہ حیرت اور خوف سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔

" سنبھلئے مادام رینی۔ اس بارے میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہیئے۔" عمران نے اسے تنبیہہ کرنیوالے لہجے میں کہا۔

" اب . . . آپ کیا چاہتے ہیں۔؟"

" کیا ہم آفس روم میں نہیں چل سکتے۔؟" عمران نے پوچھا۔

" آیئے۔" رینی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

پھر وہ عمران کو ساتھ لیکر آفس روم میں داخل ہو گئی۔ یہاں چار کرسیاں ایک میز کے گرد پڑی تھیں۔ عمران ایک کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا۔ رینی اس کرسی پر جا بیٹھی تھی جو غالباً منیجر یعنی اس کے شوہر کے لئے مخصوص تھی۔

اس کے بیٹھنے پر عمران بولا تھا۔

" آپ بے خوف و خطر سب کچھ بتا دیجئے میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کا نام کہیں بھی نہیں آئے گا۔" عمران نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

" پر امس مسٹر انسپکٹر صمدانی۔" رینی اب بھی شک و شبہ کی مدد میں تھی۔

"پرامس۔" عمران نے کہا۔

اور رینی نے آنکھیں بند کرلیں چند لمحے وہ اسی طرح بیٹھی رہی پھر آنکھیں کھول کر عمران کو دیکھا اور آہستہ آہستہ کہنے لگی۔

"پارٹی کا سن کر میں چھ بجے ادھر آگئی تھی، پارٹی ساڑھے سات بجے شروع ہوئی تھی ساڑھے آٹھ بجے تک سب مہمان آگئے تھے، بھیڑ ہونے اور کسی سے جان پہچان نہ ہونے کی وجہ سے بور ہو کر میں پہلی منزل کے ایک خالی کمرے میں چلی گئی تھی تاکہ لان پارٹی کو اوپر سے دیکھ سکوں، نو بجے کے قریب ایک سرخ کار رنگ کی کار حد بندی کی دیوار کے پاس آکر رکی، حد بندی کی دیوار پہ چونکہ چھوٹی سرخ لائٹیں روشن ہیں اس لئے میں نے اسے اچھی طرح سے دیکھا۔ وہ ایک تیس بتیس سالہ آدمی تھا۔ اس کے جسم پر فائر فائیٹروں جیسا لباس تھا۔ وہ کار سے نکلا پھر حد بندی کے پاس آکر اس نے کوئی سفید سی چیز لان میں طرف پھینکی اور کار میں بیٹھ کر چلا گیا۔"

"آپ کو یقین ہے کہ وہ تیس بتیس سالہ ہی تھا۔؟" عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ وہ ایک مرد تھا۔ اس کے چہرے پر گھنی مونچھیں تھیں اور عمر کا اندازہ میں نے بالکل صحیح لگایا ہے۔"

"اس یقین کی کوئی خاص وجہ۔؟"

"جی ہاں۔ نجانے کیوں میں نے محسوس کیا تھا کہ اس چہرے کو میں اس سے قبل بھی کہیں پر دیکھ چکی ہوں۔"

"کہاں پر۔؟ یاد آیا۔؟"

"یہی مشکل ہے کہ جب سے اب تک سوچنے کے باوجود یہ یاد نہیں آسکا کہ میں نے

اسے کب اور کہاں پر دیکھا تھا۔"

" کیا گیند پھینکنے سے قبل اس نے حد بندی کے اندر جھانکا بھی تھا۔"

" ہاں میں بھول ہی گئی تھی۔ حد بندی زیادہ اونچی نہیں ہے۔ اس شخص نے حد بندی کی دیوار پر سے اچک کر لان میں دیکھا تھا پھر اس نے گیند اندر پھینکی تھی۔"

" کیا اس کے ہاتھوں پر دستانے بھی تھے۔؟"

" ہاں۔ میں نے بتایا نا کہ وہ فائر فائٹروں کی طرح کا چمکدار لباس پہنے ہوئے تھا اور اس کے ہاتھوں پر دستانے تھے۔ اور اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔"

" سر پر فولادی خود نہیں تھا کیا۔؟"

" جی نہیں۔ ایسی کوئی چیز میں نے اس کے سر پر نہیں دیکھی۔"

" اس سرخ کار کے نمبر یاد ہیں۔؟"

" اس طرف دھیان ہی نہیں گیا اس کار کے روانہ ہوتے ہی میری نگاہ گیند پر چلی گئی تھی کیونکہ جیسے ہی کار حرکت میں آئی ٹھیک اسی وقت ایک چکا چوند ہوئی تھی اور جب میں نے گیند کی طرف دیکھا تو اس میں سے شعاعیں نکل رہی تھیں۔"

" گیند کتنی بڑی تھی۔؟"

" شاید کرکٹ کی گیند کے برابر یا اس سے کچھ چھوٹی۔"

" کار میں گیند پھینکنے والے کے علاوہ بھی کوئی تھا۔؟"

" ہاں۔ شاید ایک عورت اور ایک مرد گیند پھینکنے والے کے علاوہ کار میں اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔"

اسٹیرنگ کون کر رہا تھا۔؟"

"عورت۔ مرد اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔"

"عورت کا حلیہ بتا سکتی ہیں۔؟"

"بس وہ ایک خوبصورت اور پرکشش عورت تھی۔ میں اس سے زیادہ نہیں دیکھ سکی۔" رینی نے کہا۔

"اس کے بال کیسے تھے۔؟"

"شاید بھورے یا سنہری رنگ کے تھے۔"

"کوئی غیر ملکی تھی۔؟"

"آپ کا خیال صحیح ہے انسپکٹر صاحب۔ وہ یقیناً غیر ملکی تھی۔"

"اس کی قومیت کے بارے میں کوئی اندازہ لگا سکتی ہیں۔؟"

"ہاں۔ وہ یقینی طور پر امریکن معلوم ہوتی تھی۔"

"کار کس طرف گئی تھی۔؟"

"شہر کے وسطی حصے کی طرف۔"

"اگر اس شخص کو آپ کہیں دیکھیں تو پہچان لیں گی۔"

"سو فیصدی۔ اس کی مونچھیں سب سے بڑی پہچان ہیں۔"

"اگر وہ مونچھیں منڈا کر سامنے آیا تو پھر۔؟"

"پھر بھی شناخت کر لوں گی۔"

"کوئی خاص پہچان۔؟"

"ہاں۔ اس کی دونوں بھنویں بھی گھنی اور آپس میں ملی ہوئی ہیں اور داہنی بھنوں کو کسی زخم کا نشان کراس کرتا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ اس آدمی کی داہنی بھنوں پر درمیان میں بال نہیں ہیں۔؟"

"جی ہاں۔ آپ کو علم ہو گا کہ جلے ہوئے حصے پیاز خم کے نشان پر بال نہیں اگتے۔"

"ہاں۔" عمران نے سر ہلایا۔ "مگر اتنی دور سے آپ نے وہ نشان کیسے دیکھ لیا۔؟"

"سرچ لائٹ کی روشنی کی وجہ سے۔" رینی نے کہا۔ "اس شخص کا چہرہ بہت واضح نظر آ رہا تھا۔"

"جس وقت وہ حد بندی کی دیوار پر چڑھا تھا کیا سڑک پر اس وقت کوئی سپاہی موجود نہیں تھا؟"

"میرا خیال ہے سڑک پر کوئی سپاہی نہیں تھا۔" رینی نے کہا۔ "ورنہ وہ اسے حد بندی کی دیوار پر چڑھتے ہوئے ضرور ٹوکتے۔"

"ہونہہ۔" عمران نے سر ہلا دیا۔ بات ٹھیک ہی تھی۔

"اور کچھ جناب۔؟"

"بس یہ کہ جب بھی اسے آپ کہیں دیکھیں یا یاد آ جائے کہ اسے کہاں اور کب دیکھا ہے آپ مجھے فون ضرور کریں گی۔"

"میں آپ سے پورا پورا تعاون کروں گی۔" رینی نے پر یقین لہجے میں کہا۔

"یہ فون نمبر ہے۔" عمران نے اسے دانش منزل کے فون نمبر بتاتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کا بے حد ممنون ہوں گا۔"

"بے فکر رہیں۔ جیسے ہی یاد آیا یا وہ دوبارہ نظر آیا میں آپ کو مطلع کر دوں گی۔"

"بے حد شکریہ۔"

"آپ کو بھی وعدہ یاد ہے نا۔؟" رینی نے یاد دہانی کرائی۔

"بالکل یاد ہے۔" عمران نے کہا۔ "آپ بھی کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کریئے گا کیونکہ یہ آپ کے لئے نقصان دہ ہوگا۔"

"کیا وہ مجھے قتل کر دیں گے۔؟" رینی نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"یقیناً۔ اگر ان کو یہ علم ہو جاتے کہ آپ ان کے آدمی کو شناخت کر سکتی ہیں۔"

"مائی گاڈ۔" رینی کے منہ سے نکلا۔ "میرے ہز بینڈ بھی یہی کہہ رہے تھے۔"

"صحیح کہہ رہے تھے۔ آپ اب اس سلسلے میں ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالیں گی۔"

"بالکل نہیں۔" رینی نے کہا اور عمران کھڑا ہو گیا۔

"آگے آجاؤ۔" آگ بابا کی آواز ہال میں گونجی اور وہ مبہوت اور سحر زدہ سے آگے بڑھتے چلے گئے۔ پھر آگ بابا کے اشارے پر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔

"کیا چاہتے ہو۔؟" آگ بابا کی آواز نے کمرے میں جھنکار سی پیدا کر دی۔

"آپ کے پاس مدد کے لئے آئے ہیں بابا۔" ریاض نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"مدد اور ہم سے۔" آگ بابا کا ہلکا سا قہقہہ وہاں گونجا۔ "اپنی مدد تمہیں خود کرنی پڑے گی نوجوان۔"

"مم..... میں سمجھا نہیں بابا۔" ریاض نے کہا۔

"بہت آسان بات کہی ہے۔" آگ بابا کی آواز آئی۔ "تم اپنی مدد آپ کرو گے اسی صورت میں تمہاری پریشانیاں دور ہو سکتی ہیں۔"

"اگر میں اپنی مدد کر سکتا تو آپ کے پاس کیوں آتا۔؟" ریاض نے کہا۔ اسے اچانک غصہ سا

آگیا تھا۔"

"تم ہی کرو گے۔" آگ بابا کی گونجدار آواز نے کہا۔ "کسٹم کا کام شروع کردو وارے کے نیارے ہو جائیں گے۔"

"مگر میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔"

"زمینیں فروخت کر ڈالو۔"

"آپ روشن ضمیر ہیں بابا۔" ریاض نے متحیر ہوتے ہوئے کہا۔ "آپ جان سکتے ہیں کہ میں کیوں ان کو فروخت نہیں کرتا۔"

"مرنے والے دوبارہ کبھی نہیں آتے نوجوان۔ اور پھر وہ زمینیں اب تمہاری نہیں رہیں گی اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔"

"کیا وہ مجھ سے چھن جائیں گی۔؟"

"میں نے کہا نا کہ وہ اب تمہاری نہیں رہیں گی اس کا فیصلہ ہو چکا ہے خواہ وہ تم سے چھن جائیں یا تم ان کو فروخت کر دو۔"

"آپ ہی بتائیں بابا میں کیا کروں۔؟" ریاض گڑگڑایا۔

"زمینیں فروخت کر کے کسٹم کا کام شروع کر دو۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے، بعد میں دولت سے تم سب کچھ کر سکتے ہو۔"

"اگر میں کسٹم میں ناکام رہا تو۔؟ بابا میں تباہ ہو جاؤں گا۔"

"کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ مگر ایک شرط پر۔"

"وہ کیا بابا۔؟"

"ہر دوسرے دن تم کو یہاں حاضری دینی ہو گی۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"بس تو جاؤ ہر مرحلے پر تم کامیاب رہو گے۔"

اس جملے کے ساتھ ہی اسٹیج پر نظر آنے والے شعلوں کی چمک کچھ بڑھ گئی لپٹیں تیز ہونے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے آگ بابا کا وجود اس آگ میں تحلیل ہو گیا وہ دونوں سحر زدہ سے اسٹیج کو دیکھتے رہ گئے۔

چونکے اس وقت جب کسی کی اپنے قریب موجودگی کا احساس ہوا تھا۔ ریاض نے مڑ کر دیکھا انھیں یہاں تک لانے والا لڑکا ایک ٹرے لئے کھڑا تھا۔ جس میں دو گلاسوں میں کوئی چیز موجود تھی۔ دونوں نے ایک ایک گلاس تھاما اور منہ سے لگا کر ایک ہی سانس میں خالی کر دیا۔

پارٹی کا سارا مزہ خراب ہو چکا تھا۔

جب فیاض کے محکمے کے آدمی فارغ ہو گئے تو پارٹی کے شرکا نے بڑی بد دلی سے ڈنر کیا تھا اور اس کے بعد سب ہی روانہ ہو گئے تھے۔ عمران الاسکا کے منیجر کی بیوی رنی سے گفتگو کرنیکے بعد سے پارٹی میں موجود ایک ایک فرد کا جائزہ لیتا رہا تھا، مگر اسے کوئی ایسا فرد نظر نہیں آسکا جس پر وہ کسی قسم کا شک کر سکتا۔

اس نے ڈنر کے موقع پر صفدر اور خاور کو بھی وہاں دیکھا تھا مگر لاپرواہی بنا رہا۔ ڈنر اس نے اس میز پر کھایا تھا جہاں ڈاکٹر داور، رحمان صاحب اور سر سلطان تینوں موجود تھے۔ وہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے اور عمران اس طرح کھانے سے نبٹ رہا تھا جیسے اس پاس کسی اور کی موجودگی محسوس ہی نہ کر رہا ہو۔ حالانکہ اس کی پوری توجہ ان لوگوں کے درمیان ہونیوالی گفتگو پر ہی لگی ہوئی تھی۔

پھر ڈنر ختم ہوتے ہی سب سے پہلے وہ باہر نکلا تھا۔ پارکنگ لاٹ میں اس کی ٹو سیٹر موجود تھی مگر وہ گاڑیاں دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا اسے ڈاکٹر داور کی گاڑی کی تلاش تھی۔ نمبر اور ماڈل ذہن میں تھا اس لئے وہ جلد ہی اسے تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

وہ اس وقت تک کار سے ٹیک لگائے کھڑا رہا جب تک ڈاکٹر داور نہ آگئے۔ وہ اسے دیکھ کر چونک پڑے تھے پھر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اور وہ بولے۔

"خیریت تو ہے نا۔؟"

"جی..... وہ تو اپنی نانی کے ساتھ ہی رخصت ہو گئی۔"

"لفٹ لو گے۔ ہم" ڈاکٹر داور نے انجان بن کر پوچھا۔

"خدا آپ کا دونوں جہاں میں بھلا کرے گا۔" عمران نے ہاتھ اٹھا کر درویشانہ انداز میں ان کو دعا دی تھی۔

"چلو آؤ بیٹھو۔" ڈاکٹر داور نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھنے کے بعد اس کے لئے دوسرا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔" عمران نے ان کے برابر بیٹھنے کے بعد کہا۔

"کہاں جاؤ گے۔؟" ڈاکٹر داور نے گاڑی پارکنگ لاٹ سے باہر نکالتے ہوئے پوچھا۔

"جہاں قسمت لے جائے۔"

"بہت سوہو۔"

"چلئے شکر ہے آپ نے بُرے نہیں کہا۔"

"میں جانتا ہوں۔" ڈاکٹر داور نے مسکرا کر کہا۔ "مگر تم مجھ سے کچھ معلوم نہیں کر سکو گے سمجھے۔"

"اللہ بہت بڑا ہے۔" عمران نے کار کی چھت کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

"فیاض اور رحمان دونوں نے مجھے اس سلسلے میں منع کر دیا ہے۔"

"سیر سلطان کا نمبر تیسرا ہے۔"

"مگر میں تم کو بتاؤں گا۔"

"مجھے پورا یقین تھا۔" عمران نے کہا۔ اب وہ کچھ سنجیدہ لگ رہا تھا۔

"تم اس آگ ہی کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہو نا۔؟"

"ہاں۔ میں اس پراسرار آگ کے بارے میں ہی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ ایٹمی آگ تھی۔"

"یہ تو میں نے اس سے نکلنے والی شعاعوں کو دیکھ کر ہی اندازہ لگا لیا تھا۔" عمران نے کہا۔" اور اسی لئے فیاض کو اس بارے میں تنبیہہ کی تھی۔"

"تو وہ تم تھے۔" ڈاکٹر داور نے کہا۔ "رحمان صاحب کے ساتھ میں بھی حیران تھا کہ فیاض نے ان لہروں کو کس طرح سے شناخت کر لیا۔"

"اس کے فرشتے بھی ان لہروں کو شناخت نہیں کر سکتے تھے۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں نے یہ سوچ کر اسے بتلا دیا تھا کہ تابکاری سے دوسرے افراد کو نقصان نہ پہنچ جائے کیونکہ وہ سب اسی طرف بڑھے تھے۔"

"اب پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو۔؟"

"وہ ایٹمی آگ کس طرح لگی ہے۔"

"تم غالباً یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس گیند کے ذریعے ایٹمی آگ کس طرح لگ سکی۔"

"جی ہاں۔"

"وہ آگ ایٹم کو توڑ کر لگائی گئی ہے۔" ڈاکٹر داور نے کہا۔ "جہاں تک میرا خیال ہے اس

گیند میں اس قسم کا مادہ موجود تھا جو ایٹم توڑ کر تیار کیا گیا ہے اسی لئے جیسے ہی اس مادے کو ہوا لگی اس میں آگ لگ گئی۔"

"اور وہ وحید فیصل کے جسم کا سرخ ہونا۔؟"

"یہ ایک ایٹمی تھیوری ہے۔ دنیا بھر کے سائنسدان اس پر ورک کر رہے ہیں کہ ایٹم کو توڑ کر اسے اس شکل میں لے آئیں کہ جب اور جہاں چاہیں اس سے آگ پیدا کر سکیں۔ تاکہ بڑی اور چھوٹی ہر قسم کی ایٹمی بھٹیاں بنائی جا سکیں اور ان سے پاور ہاؤس اور ایسے ہی بڑے بڑے پلانٹ چلائے جا سکیں۔"

"کوئی اس میں کامیاب بھی ہوا۔؟"

"ابھی تک کوئی کامیاب نہیں ہو سکا ہے۔؟"

"تو یہ گیند۔؟ اور پراسرار آگ۔؟"

"میری تو عقل حیران ہے۔" ڈاکٹر داور نے کہا۔ "اسے بنانے والے سائنسدان کو دنیا کا سب سے ذہین انسان کہا جا سکتا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ یہ ایک مشکل مسئلہ ہے۔؟"

"ناممکن کی حد تک گزشتہ دس سال سے اس پر کام ہو رہا ہے اور غالباً آئندہ دس سال تک اس میں کامیابی ناممکن نظر آتی ہے۔"

"کیا یہ کارنامہ کسی بڑی طاقت کے سائنسدانوں کا نہیں ہو سکتا۔؟"

"اس کا امکان صرف ایک فیصد ہے۔"

"ہونہہ۔" عمران خاموش ہو کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

"اب یہ مسئلہ تمہارے لئے الجھاوے کا باعث بنے گا۔"

"ہاں سعودی عرب سے ہمارے تعلقات بہت اچھے ہیں۔"

"مگر وحید فیصل سے کسی کو کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔؟"

"مغربی طاقتیں دوستی اور دشمنی کو نہیں صرف اپنے مفاد کو دیکھتی ہیں۔"

"فیصل اتنا بڑا سائینسدان نہیں تھا جس کی موت کسی مغربی ملک کے لئے فائدہ مند ثابت ہو سکے۔" ڈاکٹر داور نے کار چوراہے سے گھماتے ہوئے کہا۔

"ہماری حکومت کی دعوت پر دوست ملکوں کی ایک خفیہ کانفرنس بلائی گئی ہے۔ آپ کو غالباً علم ہو گا۔"

"پوری طرح سے۔"

"فیصل ان ہی میں سے ایک تھا۔ اس کی موت سے میں یہ سوچ رہا ہوں کہ دشمن کا مقصد کہیں اس کانفرنس کو روکنا تو نہیں ہے۔؟"

"ہو سکتا ہے۔ مگر اس سے اسے کیا فائدہ ہو گا۔؟"

"بہت بڑا فائدہ۔ بڑی طاقتیں چاہتی ہیں کہ اسلامی ملک ایٹمی ٹکنالوجی سے کسی قسم کا فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ وہ ہر امکانی طریقہ استعمال کر کے اس مقصد کو حاصل کرنا چاہتی ہیں اور اگر برادر ملکوں کے سائنسدان ختم کر دیئے جائیں تو کیا وہ یہ مقصد حاصل نہیں کر لیں گی۔؟"

"سو فیصد۔" ڈاکٹر داور نے کہا۔ "اس امکان پر سوچا جا سکتا ہے عمران بیٹے۔ مگر تم اکیلے اس سلسلے میں کیا کر لو گے۔؟"

"اللہ مالک ہے۔" عمران نے کہا۔ "ہر طاغوتی طاقت کے لئے ایک رحمانی قوت اللہ نے متعین کر رکھی ہے۔ کوئی نہ کوئی سبیل نکل ہی آئے گی۔"

"ہونہہ۔" ڈاکٹر داور نے سر ہلا کر تائید کی پھر بولے۔ "بہت دن ہو گئے تم لیبارٹری

نہیں آئے اور نہ ہی گھر سے کوئی آیا۔"

"آپ جانتے ہیں میں آوارہ منش ہو رہا گھر کا سوال تو حسب معمول اب پھر میرا داخلہ کوٹھی میں بند ہے۔"

"تم رحمان کا کہا کیوں نہیں مان لیتے۔؟"

"یعنی محکمہ سراغرسانی میں نوکر بن جاؤں۔؟"

"نہیں۔ وہ آجکل تمہاری شادی کرنیکے چکر میں ہیں۔"

"اور میں کرنا نہیں چاہتا۔"

"کب تک ایسے ہی پھرتے رہو گے۔؟"

"مرتے دم تک۔"

"پاگل ہو گئے ہو۔؟" ڈاکٹر داور نے شفقت سے کہا۔

"بس اب آپ گاڑی روک دیجئے۔" عمران نے اچانک کہا۔

"کیوں۔؟" ڈاکٹر داور نے گاڑی سڑک کے کنارے لگا کر روکتے ہوئے کہا۔

"اب آپ میرا بیڑہ غرق کرنیوالا موضوع لے بیٹھے ہیں لہذا خدا حافظ۔" کہتے ہوئے وہ کار سے اتر پڑا اور دروازہ بند کر دیا۔

"ٹاٹا بوائے۔"

ڈاکٹر داور کی ہنسی آمیز آواز سنائی دی اور کار آگے بڑھ گئی۔ عمران بے حد سنجیدہ تھا۔ ڈاکٹر داور نے جو کچھ کہا تھا وہ ایک ٹھوس حقیقت تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ یہ کارنامہ کس کا ہو سکتا ہے۔؟

کون سا ایسا ملک ہے جس نے ایٹم کے اس رخ میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ کیا حقیقتاً

اس کا یہ اندیشہ درست ہے کہ دشمن اسلامی ملکوں کے سائنسدانوں کو ختم کر کے ان کی ٹیکنالوجی کی ترقی کو روکنا چاہتے ہیں۔ اور یہ دشمن مغربی بلاک بھی ہو سکتا ہے اور ایک ایشیائی ملک بھی۔ وہ سوچتا رہا اور پیدل ہی چلتا رہا۔

نظریں کسی ٹیکسی کو تلاش کر رہی تھیں۔ جلد ہی ٹیکسی مل گئی اور وہ الاسکا کا پتہ بتا کر بیٹھ گیا۔

شربت کافی ٹھنڈا اور فرحت بخش تھا۔

ان کو اپنے جسم میں ایک سرور سا دوڑتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ پورے جسم میں ٹھنڈی ٹھنڈی اور سرور انگیز لہریں دوڑنے لگی تھیں۔ جذبات آہستہ آہستہ سر اٹھانے لگے تھے۔

"آیئے۔" لڑکے نے گلاس ٹرے میں رکھتے ہوئے کہا اور وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے وہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ مگر ان کو یہ احساس نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ ایک کمرے کے سامنے وہ لڑکا رک گیا اور اس نے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ۔" ایک نسوانی آواز نے کہا اور وہ لڑکا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ ان دونوں نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

یہ ایک بہت خوبصورت خوابگاہ تھی۔ ابھی وہ دونوں اسے دیکھ ہی رہے تھے کہ ایک نرم اور گداز ہاتھ نے ریاض کو پکڑ لیا۔ دو خوبصورت اور سڈول بانہیں اس کے گلے کا ہار بن گئی تھیں۔

اس نے پلٹ کر دیکھا اور دیکھتا رہ گیا۔

یہ تو وہی چہرہ تھا جو اس سے پہلے بھی اس سے ملا تھا۔ جس کے ساتھ اس نے کچھ وقت ایک ہی بستر پر گذارا تھا۔ وہ اسے دروازے سے نکال لے گئی نینا ابھی تک خوابگوں حالت میں کمرے کی ایک ایک چیز کو دیکھ رہی تھی۔

دفعتاً ایک نرم اور کھردرا ہاتھ اس کے شانے پر جم گیا اور ایک آواز اسے مدھر سرگوشی کی طرح سنائی دی۔

"یہ تمہاری ہی خوابگاہ ہے شہزادی۔"

"مم..... میری..... خواب...... گاہ........؟" اس کے منہ سے نکلا لہجہ کسی شرابی کی طرح لڑکھڑایا ہوا تھا۔

"ہاں تمہاری خوابگاہ۔" اسی آواز نے کہا۔ "اس بستر پر لیٹ کر دیکھو کتنا آرام دہ اور نرم اور گداز ہے۔"

"اوہ......" وہ بستر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔ "واقعی یہ کافی گداز اور نرم ہے۔"

"لیٹ جاؤ۔"

"اچھا۔" اس کے منہ سے نکلا اور وہ بستر پر لیٹ گئی۔ اس کے انگ انگ میں مستی دوڑ رہی تھی معلوم ہو رہا تھا رگوں میں خون نہیں دھکتا ہوا سیال دوڑ رہا ہو۔ آنکھوں میں سرخی چھانے لگی تھی اور پورا جسم بل کھاتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کوئی اسے اتنا بھینچے کہ ہڈیاں کڑکڑا جائیں اسے پیار کرے اس کے جسم کو توڑ مروڑ کر رکھ دے۔ وہ بستر پر کروٹیں بدلنے لگی۔ ریشمی نرم فوم کا بستر اس کے جسم میں لگی ہوئی آگ اور زیادہ بھڑکا رہا تھا۔

مخملی چادر پر اس کا جسم بے پانی کی مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔ دفعتاً دو کھردرے ہاتھ

اس کے جسم پر دوڑنے لگے۔ اور اس کے جسم سے لباس الگ ہونے لگا۔ یک بیک اسے ہوش کا ادراک ہوا۔

نشے اور سرشاری کی کیفیت ختم ہوتی چلی گئی اور وہ اپنا لباس اتارنے والے سے جدوجہد کرنے لگی۔ ساتھ ہی اس کے منہ سے بے ہنگم سی آوازیں بھی نکل رہی تھیں۔

"چھ...... چھچھ....... چھوڑ دو....... ہٹ....... ج....... جاؤ.......
جاؤ...... چھچھ....... چھوڑ دو۔ کپڑے۔"

"آرام سے لیٹی رہو۔" اسی نرم آواز نے کہا۔ "میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ ٹھیک ہے ایسے ہی سب کرتے ہیں۔"

"تت...... تم...... کک...... کون....... کون ہو۔" وہ جدوجہد کرتی ہوئی بولی۔ اس کے ہاتھ برابر اپنا لباس پکڑے ہوئے تھے۔

"میں تمہارا شوہر ہوں۔" اسی نرم آواز نے کہا۔

"تم....... ریاض ہو.......؟" اس نے کپڑے چھوڑ کر اس کا چہرہ ٹٹولتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں....... ہاں....... میں ریاض ہوں۔" وہ آواز کچھ جھلاتی ہوئی سی تھی۔

"نہیں... تم ریاض نہیں ہو سکتے۔" وہ اس کا چہرہ ٹٹولنے کے بعد بولی۔

"چپ چاپ لیٹی رہو بنی۔" وہ ہلکے سے غرا کر بولا۔

"ہٹ جاؤ میرے پاس سے۔" وہ کراہ کر بولی اور اس کے نیچے سے نکلنے کی جدوجہد کرنے لگی۔ لباس کے نام سے اس کے جسم پر اب ایک تار بھی نہیں تھا۔

"بیکار جدوجہد کر کے خود کو تھکا رہی ہو۔" وہ نرم لہجے میں بولا۔ "وقت سے فائدہ

اٹھاؤ۔ ایسے لمحے بار بار نہیں آتے۔"

"نہیں......... نہیں۔" وہ چیخ کر بولی اب اس پر چھا لے جانے والی مستی اور سرور کی لہروں کا خمار اتر چکا تھا۔ اور وہ اپنی عزت بچانے کے لئے پوری طرح ہاتھ پیر چلا رہی تھی۔

"خاموش ہو جاؤ۔" وہ غرا کر بولا۔ "گھنٹے دو گھنٹے میں تم میں کوئی کمی نہیں آجائے گی اور نہ ہی میں تمہارے جسم سے کچھ توڑوں گا۔"

"ہٹ جاؤ۔" وہ پھر چیخی اور اس کو اپنے اوپر سے دھکیلنے کی کوشش کی مگر کہاں ایک عورت اور کہاں ایک مرد......... کچھ ہی دیر بعد اس کی جدوجہد دم توڑتی چلی گئی اور پھر اس نے وہ سب کچھ پا لیا جس کے لئے سرخ مشروب کا استعمال کرایا گیا تھا۔ دو گھنٹے بعد نینا اکیلی بستر پر پڑی ہوئی تھی۔

اور اس کا جوڑ جوڑ ایسا الگ رہا تھا جیسے کسی نے توڑ کر رکھ دیا ہو۔ اٹھنے کی سکت بھی وہ اپنے اندر نہیں پا رہی تھی۔

جسم کا آدھا حصہ سن ہو کر رہ گیا تھا اور ٹانگوں میں گویا جان ہی نہ رہ گئی تھی۔ البتہ اس کا چہرہ محفوظ تھا۔ کافی دیر بعد وہ اٹھ کر بیٹھی اور اس کے منہ سے کراہیں نکل گئیں۔ جوں توں کر کے اس نے لباس پہنا تھا اور ایک بار پھر بے دم ہو کر ہانپنے لگی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے۔

یک بیک کمرے کا دروازہ کھلا اور "دہی" لڑکا اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں دودھ سے بھرا ہوا گلاس تھا۔ وہ اس نے نینا کی طرف بڑھا دیا۔ اور اشارہ کیا کہ وہ پی جائے۔

"لے جاؤ۔ اسے۔" وہ غصیلی آواز میں بولی۔

"مادام آپ کی ساری تھکن دور ہو جائے گی۔" لڑکے نے بڑے ادب سے کہا۔

"مت بکواس کرو شیطان کے جنے۔" وہ غرا کر بولی اس کا بس چلتا تو وہ اس لڑکے کی ہڈیاں توڑ دیتی۔

یہ ہی تو تھا جس نے سب سے پہلے سرخ مشروب لا کر پلایا تھا جس کے بعد وہ عجیب سی نشہ آور کیفیت میں لٹ گئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اگر وہ نشے آور مشروب کے اثر میں نہ ہوتی تو جان دے کر بھی اپنی عزت بچا لیتی۔

مگر اس سرخ نشے آور مشروب نے اس کے جسم سے گویا ساری طاقت کھینچ لی تھی اور اس کے ہاتھ پیروں میں گویا دم ہی نہ رہ گیا تھا۔

"آگ بابا کا حکم ہے کہ آپ یہ پی لیں۔" لڑکا پھر بولا۔

"جہنم میں جائے آگ بابا اور تم چلے جاؤ یہاں سے۔" وہ چیخی۔ یک بیک دروازہ کھلا اور وہ اندر آ گیا۔

"بابا یہ دودھ نہیں پی رہیں۔"

"لاؤ مجھے دو۔" آنے والے نے جو کہ آگ بابا ہی تھا کہا پھر گلاس لڑکے کے ہاتھ سے لیکر اسے جانے کا اشارہ کیا تھا۔

"تم...... تم آدمی نہیں شیطان ہو..... شیطان۔" نینا اسے دیکھ کر چلائی تھی۔

"بیکار غصّہ کر کے اپنے آپ کو تکلیف مت دو۔" وہ ہنس کر بولا۔

"تم..... شیطان کے بچے..... سور کی اولاد۔" وہ غرائی اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ اسے کچا چبا جاتی۔

"مادام نینا جو ہوا سے بھول جائیے۔" آگ بابا نے کہا۔

"مجھے بے عزت کر کے کہتے ہو کہ بھول جاؤں۔"

"ہاں۔ کیونکہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگڑا۔" وہ شیطانی انداز میں ہنستے ہوئے بولا۔ "البتہ اگر اسی طرح غصہ کرتی رہیں تو پھر نقصان میں رہو گی۔"

"کیا بکتا ہے سؤر کے جنے۔" وہ شدید غصے کے عالم میں چلائی۔

"سؤر کا جنا ٹھیک کہتا ہے۔ اپنا حلیہ درست کرو، میک اپ کرو اور یہ دودھ پی جاؤ تاکہ تمہاری توانائی بحال ہو جائے ورنہ اگر اسی حالت میں اپنے شوہر کے پاس گئیں تو وہ تمہیں گھر سے نکال دے گا یا جان سے مار ڈالے گا کیونکہ ایشیائی ایسے ہی احمق ہوتے ہیں ایک معمولی سی بات کے لئے قتل تک کر ڈالتے ہیں اور پھانسی چڑھ جاتے ہیں۔"

"یہ معمولی سی بات ہے۔"

"ہاں۔ اب تم ہی بتاؤ ان دو گھنٹوں میں تمہارا کیا بگڑ گیا۔ اگر تم اب پھر میک اپ کر لو، بال درست کر لو تو کسی کو کیا پتہ چلے گا۔ بولو۔"

"مگر میرا ضمیر مجھے چین لینے دے گا۔"

"ضمیر وغیرہ سب بکواس ہے۔" وہ نرم لہجے میں بولا۔ "انسان کے اپنے بنائے ہوئے اصول ہیں جو اس نے عورت کو قید رکھنے کے لئے وضع کئے ہیں۔ ورنہ اس نے اپنے آپ پر یہ پابندی کیوں نہیں لگائی۔"

"وہ بھی ہماری طرح غیر عورت کو دیکھنا تک گناہ سمجھتے ہیں۔"

"زبانی حد تک۔"

"نہیں ہمارے ہاں کے مرد بھی دوسری عورتوں کے پیچھے نہیں دوڑتے۔"

"دوسروں کو چھوڑو ریاض کی بات کرو۔ تمہارا معصوم شوہر اس وقت ایک خوبصورت عورت کی آغوش میں ہے۔"

"جھوٹ بول کر مجھے بہکانا چاہتے ہو۔؟"

"یقین نہیں تو خود دیکھ لو۔" آگ بابا نے کہا پھر بستر کے دوسری طرف والی دیوار کے پاس جاکر سوئچ بورڈ کا ایک سوئچ گھما دیا۔ فوری طور پر کوئی آواز کئے بغیر دیوار میں ایک مربع فٹ کی خلا پیدا ہو گئی۔

پہلے اس نے اندر جھانکا پھر نینا کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔

"اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔"

"کیا ہے ادھر۔" نینا نے کہا اور تیزی سے اٹھی اور لڑکھڑا گئی۔ تیز کراہ اس کے منہ سے نکلی تھی۔

اگر آگ بابا نے اسے سہارا نہ دیا ہوتا تو وہ گر ہی پڑی تھی۔ سنبھلنے کے بعد اس نے آگ بابا کا ہاتھ جھٹکا اور دیوار میں پیدا ہونے والی خلا میں سے دوسری طرف جھانکنے لگی دوسرے ہی لمحے اسے ایسا لگا جیسے اس نے بجلی کے ننگے تار پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔

اندر دوسری طرف کمرے میں اس کا وفادار اور نیک شوہر ایک بے حد خوبصورت اور پر شباب عورت کے ساتھ لیٹا ہوا تھا اور اس کی حرکتوں میں وحشت تھی۔ وہ دیوانہ سا بنا ہوا تھا۔ اسے صدمے کا ایک جھٹکا سا لگا اور وہ دیوار سے ہٹ گئی۔

"اب کہو۔" وہ دیوار کی خلا برابر کرنے کے بعد بولا۔

"یہ..... یہ سب کچھ تمہارا ہی کیا دھرا ہے۔"

"چلو میرا ہی سہی جس طرح میں نے تم سے زیادتی کی ہے اسی طرح کوئی عورت کسی مرد کے ساتھ زیادتی نہیں کر سکتی۔"

"ہونہہ۔" وہ ہنکارا بھر کر رہ گئی۔ آہستہ آہستہ اس کے قدم بستر کی طرف بڑھ رہے

تھے۔ پھر وہ بستر پر بیٹھ گئی۔ اب وہ پہلے سے بھی زیادہ تھکی ہوئی اور مضمحل نظر آرہی تھی۔

"لو دودھ پی لو۔ طاقت آ جائے گی۔" آگ بابا نے گلاس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور اس نے چپ چاپ گلاس لے کر منہ سے لگا لیا اور ایک ہی سانس میں خالی کر کے ایک طرف ڈال دیا۔

"ٹھنڈے دل سے غور کرو۔" آگ بابا نے کہا۔ "جب تمہارا شوہر اپنی دلچسپی دوسری عورتوں میں تلاش کر سکتا ہے تو تم پر پابندی کیوں ہو۔؟"

"میرے.... میرا.... میرا دماغ کام نہیں کر رہا۔" وہ روہانسی آواز میں بولی: "میں ریاض کو ایسا نہیں سمجھتی تھی۔"

"کوئی بھی کسی کو اس وقت تک نہیں سمجھ سکتا جب تک وہ اپنی آنکھوں سے اس کی حرکات نہ دیکھ لے۔"

"مجھ میں کیا کمی ہے جو ریاض دوسری عورت کے پاس گیا۔" وہ بے بسی اور مایوسی کے ملے جلے لہجے میں بولی۔

"تم میں یقیناً کوئی کمی نہیں ہے۔" آگ بابا نے کہا۔ "مگر جس طرح سے کوئی آدمی روز روز مرغی نہیں کھا سکتا۔ اسی طرح سے وہ تم سے اکتا گیا تھا۔ اب جب اس کے سامنے تازہ غذا آئی تو وہ مریضوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑا۔"

"اس میں تمہارا ہی ہاتھ ہے۔" وہ اس کی طرف انگلی اٹھا کر بولی۔

"یہ تم پہلے بھی کہہ چکی ہو۔ مگر یقین کرو وہ اس سے قبل ہی اس عورت سے ملتا جلتا رہا ہے اور یہاں بھی اسی کی بلاوے پر وہ آئی ہے۔"

"جھوٹ مت بولو۔ رنگے پیر۔" وہ نفرت سے بولی اور اس کے ساتھ ہی اس نے

اپنا سر پکڑ لیا بڑے زور کا چکر آیا تھا۔

"یہ تصویریں دیکھ لو۔" آگ بابا نے کہا اور چند تصویریں نکال کر اس کے سامنے ڈال دیں۔

نینا نے تصویریں اٹھا کر دیکھیں اور ایک بار پھر اس کا ذہن بھک سے اڑ گیا۔ یہ تصویریں مختلف تفریح گاہوں کی تھیں۔

جن میں اس کا شوہر ریاض اسی عورت کے ساتھ مختلف حالتوں میں نظر آرہا تھا جس کے ساتھ وہ برابر والے کمرے میں مصروف تھا۔

"کیوں اب یقین آیا کہ تمہارا شوہر پہلے سے اس عورت سے ملتا رہا ہے۔" آگ بابا نے اس کی کمر میں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اس نے مجھے دھوکے میں رکھا ہے۔" نینا کے منہ سے نکلا ان تصویروں کو دیکھ کر اس کا معصوم ذہن یہ ہی سوچ سکا تھا کہ ریاض اسے دھوکے میں رکھ کر اس عورت سے ملتا رہا ہے۔ اور اس بات پر بھی یقین کر لیا تھا کہ اس جگہ وہ عورت ریاض کے ہی بلاوے پر آگئی ہوگی۔ ورنہ اسے کیا پتہ کہ وہ اور ریاض آج یہاں آئیں گے۔

صبح سے اس عمارت میں آنے تک ریاض اس کے ساتھ ہی رہا تھا اور پروگرام انھوں نے کل بنایا تھا لہذا اس نے کل ہی اس عورت سے یہاں ملنے کا طے کر لیا ہوگا۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔

"اب تم بھی اسے دھوکے میں رکھو۔" آگ بابا کی سرگوشی اس کے کان میں گونجی اور وہ چونک پڑی۔

"نہیں..... میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

"کیوں..... آخر کیوں۔؟" وہ اس کی کمر ہاتھ سے سہلاتا ہوا بولا۔

"وہ کچھ بھی کرے مرد ہے اور میں عورت۔ ایک کمزور عورت۔"

"غلط فہمی ہے۔" آگ بابا نے کہا۔ "تم اگر چاہو تو سب کچھ کر سکتی ہو اور اسے ہوا بھی نہیں لگے گی۔ سب کچھ تم پر منحصر ہے۔"

"اگر اس نے طلاق دیدی تو۔؟"

"نہیں۔ اسے کبھی علم نہیں ہو سکے گا کہ تم کیا کر رہی ہو۔ اور پھر میں تمہاری مدد کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔"

وہ اس کے شانوں کو پکڑتے ہوئے بولا۔ اور اس نے چونک کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔

آگ بابا کی سرخ سرخ آنکھوں میں اسے مستی اور کیف کی لہریں دوڑتی نظر آئیں تھیں۔ خود اس کے جسم میں بھی مستی سی دوڑ رہی تھی۔ دکھتے ہوئے جوڑ، جوڑ میں عجیب سی لذت تھی۔

میٹھا میٹھا کیف اور درد اس کے رگ و پے میں دوڑ رہا تھا آگ بابا نے اس کا چہرہ اوپر کیا اور زینا کے چہرے پر گرم گرم سانسیں دوڑنے لگیں۔۔۔۔۔ اس کے تنفس کی رفتار بڑھ گئی۔

اور بے اختیار اس کے ہاتھ اٹھے اور آگ بابا کے ہاتھوں پر جم گئے، وہ بڑی سختی سے ان کو پکڑے ہوئے تھی۔

لمحے بیت گئے۔

آگ اور جذبات سے بھرپور لمحے۔ دوسرے ہی لمحے وہ بستر پر مچل رہی تھی۔

اس بار ہوش و حواس اس کے ساتھ تھے۔ اور وہ اپنی رگوں میں پارہ دوڑتے محسوس کر رہی

تھی اور بدن پھنک رہا تھا۔

بس ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا جسم کسی ان دیکھی آگ پہ رکھا ہوا ہو اور وہ آگ دھیمے دھیمے اسے جلا رہی ہو۔ وہ سلگ رہی تھی، پھر۔ ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے پورا آتش فشاں اس پر آگرا ہو آگ ہی آگ دھواں ہی دھواں......!

عمران بہت تھکا ہوا لگ رہا تھا۔
اس نے بڑی کاہلی سے بلیک زیرو کے ہاتھ سے کافی کا کپ لیا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔
ایک کپ پینے کے بعد اس نے کچھ توانائی سی محسوس کی تھی پھر دوسرے کپ کے بعد وہ پوری طرح سے مستعد ہو گیا۔
"رات آپ دیر سے آئے تھے۔؟" بلیک زیرو نے کہا۔
"ہاں۔ شاید بارہ یا پھر ایک بجا ہوگا۔"
"مجھے حیرت ہے کہ آپ دانش منزل کیسے آ گئے۔ کوئی خطرہ۔؟"
"نہیں بس ایسے ہی چلا آیا۔" عمران نے تیسرا کپ خالی کر کے رکھتے ہوئے کہا۔
"رات جولیا نے رپورٹ دی تھی۔"
"کیا دو بہار چلو۔؟"

"اس کے بیان کے مطابق صفدر کی رپورٹ یہ ہے کہ مرنے والے کا نام وحید فیصل ہے اور اس کا تعلق....؟"

"وہ میں جانتا ہوں۔ آگے کہو؟" عمران نے بات کاٹ کر کہا۔

"وہ حکومت کے بلاوے پر یہاں آیا تھا اور سفارت خانے نے اسے انٹر کانٹی نینٹل کے کمرہ نمبر چھ سو میں ٹھہرایا ہوا تھا۔"

"آگے کہو کالے صفر۔"

"صفدر کو اس کے علاوہ اور کوئی خاص بات معلوم نہیں ہو سکی۔ البتہ ایک... بات ایسی ہے جو مجھے کھٹکی ہے۔"

"وہ کیا۔؟"

"پارٹی میں جس میز سے وحید فیصل اٹھا تھا اس میز پر اس کے ساتھ روسی سفارت خانے کا ایک ملازم بھی موجود تھا۔"

"ممکن ہے یہ بات کوئی اہمیت رکھتی ہو۔" عمران نے کہا۔ "ہم اسے نظر انداز نہیں کر سکتے کسی کو اس ملازم کی نگرانی پر لگا دو۔"

"بہتر۔" بلیک زیرو نے کہا۔ "صفدر کو میں نے انٹر کان کے اس... کمرے کی تلاشی لینے کے لئے کہہ دیا تھا جس میں وحید فیصل مقیم تھا۔"

"ٹھیک کیا۔ اب خاور کی رپورٹ دوہرا چلو۔"

"خاور نے وہاں ایک ایسے آدمی کو چیک کیا ہے جو فیاض کی ایک ایک حرکت کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اور اس نے رحمان صاحب اور فیاض کی گفتگو بھی سننے کی پوری پوری کوشش کی تھی۔"

"کون ہے وہ۔؟"

"شہر کی بدنام گلیوں کا دادا۔"

"کون زمان خان۔؟" عمران نے چونک کر پوچھا۔

"جی ہاں وہی۔؟"

"مگر حیرت ہے میں اسے نہیں پہچان سکا۔"

"خاور کے بیان کے مطابق وہ آپ کی نظروں سے بچنے کی پوری پوری کوشش کر رہا تھا اور اب آپ کے بیان کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ اس کوشش میں پوری طرح کامیاب رہا ہے۔"

"خاور اس کی نگرانی کر رہا ہے۔؟"

"جی ہاں۔ اس وقت وہ مون لائٹ کے روم نمبر چوبیس میں موجود ہے اور وہاں وہ صغیر علی کے نام سے ٹھہرا ہوا ہے۔"

"نگرانی سختی سے ہونی چاہیئے۔"

"میں ہدایت دے چکا ہوں۔" بلیک زیرو نے کہا مگر یہ سب کیا چکر ہے اور وہ پراسرار آگ کیسی تھی جس نے ڈاکٹر وحید فیصل کو خاک کر ڈالا۔"

"وہ ایٹمی آگ تھی۔" عمران نے کہا اور پھر گزشتہ رات کا تمام واقعہ تفصیل سے اسے بتا دیا۔ بلیک زیرو کے لئے بھی یہ باتیں حیرت انگیز تھیں۔"

"وحید فیصل کو مارنے سے کسی کا کیا مقصد ہے۔؟" کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔

"ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا پڑے گا کہ آیا نشانہ وحید فیصل ہی تھا یا وہ محض تجسّس کی بنا پر مارا گیا ہے۔"

"کیا اس جگہ جہاں گیند گری وحید فیصل کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔؟"

"وحید والی لیز ہی قریب تھی۔"

"اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے جناب کہ نشانہ کوئی خاص فرد نہیں تھا۔"

"امکان ہو سکتا ہے۔"

"مگر یہ بات حیرت انگیز ہے کہ برادر اسلامی ملکوں کی ایک سائینسدان کانفرنس ہمارے ہاں منعقد ہو رہی ہے اور ہم اس سے لاعلم ہیں۔"

"میں اس سلسلے میں سر سلطان سے گفتگو کروں گا۔"

"ضرور کیجئے ہو سکتا ہے یہ کوئی سازش ہی ہو۔"

"ہر بات کا امکان ہو سکتا ہے۔" عمران نے کہا۔ "ہمیں ہر طرح سے یہ بات جاننی ہے کہ اس پراسرار آگ کے ذمے دار کون ہیں۔"

"مقصد سمجھ میں آجاتے تو آگ لگانے والے بھی سامنے آجائیں گے۔"

"وہ کوئی بہت ذہین سائنسدان ہو گا جس نے وہ ایٹمی مادہ تیار کیا ہے اور جسے گیند میں بھر کر اس لاکے کے لان میں پھینکا گیا تھا۔"

"اس تھیوری کے بارے میں میں نے کہیں پڑھا ہے۔" بلیک زیرو نے کہا۔

"یقیناً پڑھا ہو گا۔" عمران نے کہا۔ "دنیا بھر کے سائنسداں اس پر غور کر رہے ہیں۔ اور بڑی طاقتوں کے سائنسدان اس تھیوری کو روبہ عمل لے آئے ہیں مگر اب تک کسی کو کامیابی نصیب نہیں ہوئی ہے۔"

"تھیوری کس کی ہے۔؟"

"ایک مغربی ملک کے سائنسدان جر یگین روزر کی۔"

"یہ کس ملک سے تعلق رکھتا ہے۔؟" بلیک زیرو نے پوچھا اور عمران نے اسے ملک

کا نام بتا دیا۔

"ہونہہ۔" بلیک زیرو نے سوچتے ہوئے کہا۔ "ممکن ہے وہ اپنی تھیوری میں کامیابی حاصل کر چکے ہوں اور اب اسے آزما رہے ہوں۔"

"عقل گھاس چرنے چلی گئی ہے شاید۔" عمران نے کہا۔ "اگر وہ کامیاب ہو جاتا تو اس کا ملک اسے کبھی بھی اس طرح دنیا کے سامنے پیش نہیں کرتا۔"

"شاید آپ کا خیال ٹھیک ہی ہو۔"

"اب یہ بتاؤ کہ ناشتہ بھی ملے گا یا نہیں۔؟"

"ناشتہ ضرور ملے گا۔" بلیک زیرو نے کہا۔ "میں آتے ہوئے ہدایت کر آیا تھا۔"

"لاؤ مجھے فون دو۔" عمران نے کہا۔

"سر سلطان کو کریں گے۔" بلیک زیرو نے فون اٹھا کر عمران کے قریب ایک تپائی پر رکھتے ہوئے پوچھا۔ اور عمران نے اثبات میں سر ہلا کر اس کے خیال کی تصدیق کر دی۔

"ہیلو۔" اس نے رابطہ قائم ہونے پر کہا۔

"کون عمران۔؟" دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز آئی۔

"جی ہاں یہ احمق ہی آپ سے مخاطب ہے۔"

"فوراً کوٹھی چلے آؤ میں تمہارا منتظر ہوں۔" دوسری جانب سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہو گیا۔ عمران ہونقوں کی طرح رسیور کو کان سے ہٹا کر گھورنے لگا انداز ایسا ہی تھا جیسے پوچھ رہا ہو کہ کیوں بے یہ رابطہ کیوں ختم کر دیا۔؟"

"کیا ہوا بات نہیں ہو سکی۔؟"

"کوٹھی بلایا ہے۔"

" کوئی خاص بات ہی ہو سکتی ہے۔"

عمران جواب دیئے بغیر ہی دوبارہ نمبر ڈائل کرنے لگا تھا۔ اس بار بھی رابطہ فوراً ہی قائم ہو گیا تھا۔ جیسے ہی اسے جولیا کی آواز رسیور پر سنائی دی وہ بول پڑا۔

" ایکسٹو۔ دیکھو صفدر اور خاور کے علاوہ اپنے بقیہ ساتھیوں کو ہدایت کر دو کہ وہ ایک ایسے مرد کو تلاش کریں جس کی داہنی کہنی پر اوپر سے نیچے کسی زخم یا جلنے کا نشان ہے۔"

" اور کوئی نشانی یا حلیہ جناب۔" جولیا نے پوچھا۔

" نشان اس طرح سے ہے کہ اس نے کہنوں کو ایک لکیر کی صورت میں کاٹ دیا ہے اور اس لکیر پر بال نہیں ہیں۔ آسانی سے شناخت ہو سکے گی۔" عمران نے پورا حلیہ بتانے کے بعد مزید وضاحت کی۔

" میں ابھی سب تک احکامات پہنچا دیتی ہوں جناب۔"

" تم خود بھی تلاش کرو گی۔" عمران نے کہا۔" اس کے ساتھ ایک خوبصورت امریکن دوشیزہ اور ایک مرد بھی ہو سکتے ہیں۔"

" میں سمجھ گئی جناب۔ وہ تین آدمیوں کا گروپ ہے۔"

" بالکل ٹھیک۔ سفارتخانے کے آدمی کی نگرانی بہت ہوشیاری سے ہونی چاہیئے اور جیسے ہی کوئی اہم بات معلوم ہو رابطہ قائم کر کے رپورٹ دو گی۔"

" بہت بہتر جناب۔"

" بس روانہ ہو جاؤ۔" عمران نے کہا پھر رسیور رکھنا ہی چاہتا تھا کہ جولیا کی آواز آئی۔

" کیا اس کیس میں عمران بھی شامل ہے۔ جناب۔؟"

" نہیں۔ کیوں۔؟ یہ بات تم نے کیوں کہی۔؟"

"وہ عمران کل پارٹی میں موجود تھا نا۔"

"پارٹی میں بہتیرے لوگ تھے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سب ہی کیس میں شامل ہیں یا یہ کہ وہ سب ہم سے تعاون کریں گے۔" عمران غرا کر بولا۔

"مم...... معافی چاہتی ہوں جناب۔" جولیا کی آواز آئی۔

"عمران اگر اپنے طور پر کام کرے تو اس سے تعرض کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"بہتر جناب۔"

"تم ایسا کرو......" عمران نے کچھ کہنا چاہا پھر بولا۔ "نہیں ٹھیک ہے۔ وہی کرو جو ابھی میں کہہ چکا ہوں۔"

پھر اس نے جواب سنے بغیر ہی ریسیور کریڈل پر ڈال دیا تھا۔ رابطہ منقطع کر کے وہ بلیک زیرو کی طرف مڑا جو اس دوران آجانے والے ناشتے سے نمٹ رہا تھا۔

"واہ برخوردار اکیلے ہی اکیلے۔"

"آپ ہی کے لئے آیا تھا۔ میں تو صرف چکھ رہا ہوں۔"

"ہونہہ۔" عمران نے کہا اور ناشتے پر پل پڑا۔ پھر ٹھیک بیس منٹ بعد وہ سر سلطان کے سامنے بیٹھا برے برے منہ بنا رہا تھا۔

"کیا بات ہے۔؟" سر سلطان نے پوچھا۔

"منہ کچھ کڑوا کڑوا سا لگ رہا ہے۔"

"بیسن میں کلی کر لو۔"

"آپ نے مجھے کیوں بلایا ہے۔؟" عمران ان کی بات نظر انداز کر کے بولا۔

"تم نے کیوں فون کیا تھا۔؟" سر سلطان نے پوچھا لہجے میں شرارت کی جھلک تھی۔

"آپ کی خیریت معلوم کرنے کے لئے۔"

"کیوں مجھے کیا ہوا تھا۔؟"

"میں نے سوچا آجکل اچھے بھلے آدمی خاک بن رہے ہیں لہٰذا کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بھی جذبہ تجسس سے مجبور ہو کر کرکٹ کی پریکٹس نہ شروع کر دیں۔"

"کیا اوٹ پٹانگ ہانک رہے ہو۔؟"

"اونٹ پٹے ٹانگ ہرگز نہیں ہو سکتی۔؟"

"تم نے کرکٹ کا تذکرہ کیوں کیا ہے۔؟" سر سلطان اس کی بات ان سنی کر کے بولے۔

"آجکل لوگ کرکٹ کی گیندوں کی طرف بہت دوڑنے لگے ہیں۔"

"تمہارا اشارہ رات والے واقعے کی طرف ہے۔؟"

"توبہ... توبہ......" عمران اپنا منہ پیٹتا ہوا بولا۔ "میں اور آپ سے اشارہ بازی کروں۔؟ اللہ توبہ۔"

"عمران آدمی بن جاؤ۔"

"آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں۔؟" عمران برا مان جانے والے لہجے میں بولا۔

"احمق پاگل۔" سر سلطان جھلا گئے۔

"نوازش کرم، شکریہ۔"

"رات کو مرنے والا سعودی عربیہ کا ایک مشہور سائنسدان تھا۔"

"ہوا کرے۔"

"یہ تمہاری ذمے داری ہے۔" سر سلطان بگڑ کر بولے۔ "ایسے اہم افراد پر تمہاری نگاہ ہونی چاہیئے سمجھے۔"

"جب مجھے خفیہ کانفرنس کے بارے میں اطلاع ہی نہیں ملی تو یہ میری ذمے داری سے باہر ہو جاتی ہے۔"

"مصلحت کے تحت اس بات کو خفیہ رکھا گیا تھا۔"

"پھر اب کیوں بتایا جا رہا ہے۔؟"

"صرف اس لئے کہ کانفرنس میں شریک ہونیوالوں میں سے ایک پراسرار طور پر جل کر خاک ہو چکا ہے۔"

"اس خاک کا کیا کیا گیا ہے۔؟"

"فیاض نے وہاں سے تمام خاک اٹھوالی تھی یہاں تک کہ لان کو ڈیڑھ فٹ کے قریب کھودکر اس کی مٹی بھی وہ ساتھ ہی لے گیا تھا۔"

"عقلمندی کی تھی۔" عمران نے کہا۔

"یعنی اس حماقت کو تم عقلمندی کہہ رہے ہو۔؟" سر سلطان غرا کر بولے۔"اس نے الاسکا کے لان کا بیڑہ غرق کر کے رکھ دیا۔"

"اگر وہ جگہ کھدوا کر وہ مٹی ساتھ نہ لے جاتا تو دوسروں کا بیڑہ غرق ہوتا رہتا۔" عمران نے کہا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو۔؟"

"وہ جگہ تابکار ہو گئی تھی۔ اور اگر وہاں سے خاک اور لان کی مٹی کھود کر ہٹا نہ لی جاتی تو سارے ہوٹل میں تابکاری پھیل جاتی۔"

"اوہ۔ اس طرف تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔" سر سلطان بڑبڑائے۔

"ہاں۔ اب آپ بتا چلیئے کانفرنس میں کتنے سائنسدان شرکت کرنے آئے

ہیں اور کس کس ملک سے ۔؟"

"شام الجزائر، مصر، کویت، متحدہ عرب امارات، انڈونیشیا، لیبیا، سعودی عرب، ایران اور ترکی کے علاوہ چین سے بھی نمائندے آئے ہیں ان کی تعداد چالیس کے لگ بھگ ہے ۔"

"اور یہ سب اپنے اپنے ملک کے سائنسی شعبے کے سربراہ ہیں ۔"

"ہاں ۔ ہر ایک اٹامک انرجی کمیشن کا چیئرمین ہے بس دو ایک ہی ایسے ہیں جو اس عہدے پر نہیں ہیں ۔"

"کانفرنس کب شروع ہوگی ۔؟"

"ابھی چار دن اور باقی ہیں ۔"

"کانفرنس کہاں ہوگی ۔؟"

"اٹامک انرجی کمیشن کے کانفرنس ہال میں ۔"

"ایجنڈا کیا ہے ۔؟"

"اس کے بارے میں کچھ علم نہیں ۔"

"کوئی اور بھی اس میں شامل ہے ۔؟"

"نہیں ۔"

"روسی سائنسی وفد جو آیا ہوا ہے ۔!"

"صرف ڈاکٹر جے آر ۔ بلجیانی بیس منٹ کے لئے کانفرنس سے خطاب کریں گے ۔"

"ان کی آمد بھی ہماری حکومت کے بلاوے پر ہوئی ہے ۔؟"

"نہیں ۔ وہ ہمیں ایٹمی ٹکنالوجی میں مدد دینے کے پروگرام کو آخری شکل دینے کے لئے آئے ہوتے ہیں ۔"

"ہونہہ۔" عمران نے کہا۔ "معاملات بہت پیچیدہ نظر آرہے ہیں۔"

"تمہیں وحید فیصل کے سلسلے میں کام کرنا ہے۔"

"کیس ابھی ڈیڈی کے محکمے کے پاس ہے۔"

"انھیں بھی تحقیقات کرنے دو۔ تمہارے لئے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"دیکھوں گا نہیں۔ تمہیں وحید فیصل کے قاتلوں کو پکڑنا ہے۔"

"یہ ایسی آسان بات نہیں ہے۔"

"کیوں۔؟"

"سب سے پہلے تو ہمیں اس کا یقین کرنا ہے کہ نشانہ وحید فیصل ہی تھا کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کوئی دوسری میز قریب ہوتی تو اس پر بیٹھا ہوا فرد بھی نشانہ بن سکتا تھا۔ پھر جس پراسرار آگ نے وحید فیصل کو ختم کیا ہے وہ ایٹمی آگ تھی اور اس تھیوری پر دنیا بھر کے سائنسدان کام کر رہے ہیں مگر کامیابی کسی کو نہیں ہوئی، اب آپ خود ہی سوچ لیں کہ اس گیند میں اس مادے کو بھر کر پھینکنے والے سائنسی میدان میں کس قدر آگے ہیں۔"

"میں یہ سب نہیں جانتا۔ ارات کو جیسے ہی فیصل کی موت کی اطلاع صدر تک پہنچی انھوں نے فوراً حکم جاری کر دیا کہ کیس ایکسٹو کو دے دیا جائے اور تین چار دن میں مجرم قانون کی گرفت میں ہونے چاہیئے۔"

"ضرور۔" عمران برا سا منہ بنا کر بولا۔ "میرے پاس الہ دین کا چراغ ہے نا۔"

"چانٹا ماردوں گا۔" سر سلطان اس کے انداز گفتگو پر غرا کر بولے۔

"اچھا جناب۔" عمران ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں دیکھوں گا کہ کیا

کرسکتا ہوں۔ مگر وعدہ نہیں کرتا۔ خدا حافظ ۔"

وہ دروازے سے نکل گیا۔ اور سر سلطان اسے آواز دے کر روکنے کا ارادہ ملتوی کر کے پیچ و تاب کھاتے رہ گئے ۔" عمران کی اس حرکت پر انھیں تاؤ آگیا تھا۔

بعض اتفاقات اتنے عجیب ہوتے ہیں کہ انسان کچھ دیر کے لئے مبہوت ہو کر سوچتا رہ جاتا ہے کہ یہ کیسے ہو گیا۔ جولیا کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ وہ گھر سے اس لئے نکلی تھی کہ ایکسٹو کے بیان کردہ حلیے کے آدمی کو تلاش کر سکے۔

گیارہ بجے تک وہ مختلف ہوٹلوں اور بازاروں میں گھومتی رہی تھی، پھر گیارہ بجے اس نے ایک درمیانی درجے کے ہوٹل میں ہلکا سا ناشتہ کیا تھا۔ پیدل چل چل کر اس کا کچومر نکل گیا تھا اور وہ تازہ دم ہونا چاہتی تھی۔

بارہ بجے وہ پھر اپنے مشن پر نکل کھڑی ہوئی تھی۔

ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں گھومتے ہوئے اچانک اسے ایک دوکان پر وہ کپڑا نظر آگیا جس کی اسے گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے تلاش تھی۔ اس کپڑے کا پرنٹ بہت خوبصورت تھا اور جولیا ایک ملکی فلمسٹار کو اس کپڑے کی قمیض پہنے دیکھ کر مچل اٹھی تھی۔ پھر وہ تلاش

کرتی رہی اور کپڑا نہیں ملا۔ پتہ چلا کہ غیر ملکی کپڑا ہے اور جولیا کا مطلوبہ پرنٹ ختم ہو چکا ہے، وہ بہت بددل ہوئی تھی۔ وہ شاذو نادر ہی کبھی کوئی چیز اس شدت سے پسند کرتی تھی۔

لہٰذا اس کی بد دلی جائز تھی۔

اب جو اس پرنٹ پر اس کی نظر پڑی تو اس کا دل باغ باغ ہو گیا اور وہ بے ساختہ دوکان میں داخل ہو گئی۔ دو قمیضوں کا کپڑا اس نے دو مختلف رنگوں میں لیا اور ادائیگی کر کے پیکٹ سنبھالتی ہوئی دوکان سے باہر آ گئی۔

وہ اتنی مگن تھی کہ بائیں سمت سے آنے والے اس جوڑے کو نہ دیکھ سکی جو باتیں کرتا ہوا اسی طرف آ رہا تھا۔ نتیجۃً وہ ان سے بری طرح ٹکرا گئی۔ اور پیکٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا۔

"اوہ سوری مادام۔" ٹکرانے والے مرد نے کہا لڑکی کچھ بوکھلائی ہوئی سی لگ رہی تھی اور اس کے ہاتھ سے بھی دو پیکٹ گر پڑے تھے۔ مرد نے جھک کر تینوں پیکٹ اٹھائے اور ایک جولیا کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

"ویری سوری مادام۔"

مگر جولیا۔ اس کا ذہن تو جھٹک سے اڑ چکا تھا۔ اور وہ حیرت سے اس غیر ملکی نوجوان کو دیکھ رہی تھی جو اس سے معذرت چاہ رہا تھا۔ پھر وہ ہڑبڑا کر سنبھلی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ لاتے ہوئے نوجوان سے بولی۔

"غلطی میری تھی۔"

"نہیں مادام میری بھی غلطی تھی۔" نوجوان نے کہا۔ "آپ تو دوسری طرف دیکھ رہی تھیں مگر میں تو اسی طرف دیکھ رہا تھا نا۔؟"

"چلیئے۔ چھوڑ یئے۔" جولیا نے کہا۔ "دونوں ہی کی غلطی سہی۔"

"شکریہ۔" نوجوان نے مہذب انداز میں کہا۔ لڑکی بڑی دلچسپ نظروں سے جولیا کو دیکھ رہی تھی پھر وہ بولی۔

"آپ غیر ملکی ہیں۔؟"

"ہاں۔ سوئیس ہوں۔"

"شلوار اور جمپر میں آپ بے حد خوبصورت لگ رہی ہیں۔"

"شکریہ۔" جولیا نے جواب دیا۔ "اب یہی میرا وطن ہے اس لئے یہی لباس پہنتی ہوں۔!"

"حال ہی میں یہاں آئی ہیں کیا۔؟"

"نہیں۔" جولیا نے انکار میں سر ہلا دیا۔

"آیئے کہیں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔" نوجوان نے کہا۔ "اب یہ میرا فرض ہو جاتا ہے کہ آپ سے جانے کیلئے پوچھ لوں۔"

"کوئی تکلیف نہ کیجئے۔" جولیا نے کہا۔ "ویسے بھی مجھے جلدی ہے۔"

"نہیں مس......"

لڑکی نے کہا اور جولیا اس کا مطلب سمجھ کر بولی۔

"فٹز واٹر۔"

"عجیب سا نام ہے۔" لڑکی نے کہا۔ "بہر حال مجھے زینوبیا کہتے اور میں اٹالین ہوں۔ یہ میرے ساتھی مسٹر جون فریزر ہیں۔"

"خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کر۔" جولیا نے رسمی سا جملہ کہا۔

"تو پھر آیئے آپ کے ساتھ ایک کپ چائے کا ہو جائے۔؟" زینوبیا نے کہا اور کچھ سوچ کر جولیا ان کے ساتھ چل پڑی۔

ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے ہی ایک ایر کنڈیشنڈ ریسٹوران تھا۔ وہ اسی طرف بڑھتے چلے گئے۔ بیرے کو آرڈر دینے کے بعد وہ جولیا کی طرف مڑا۔

"آپ یہاں سروس کرتی ہیں کیا۔؟" جون نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ ایک مقامی فارورڈنگ اینڈ کلیرنگ فرم میں سکریٹری ہوں۔"

"شادی شدہ ہیں۔؟"

"سردست تنہا ہوں۔" جولیا نے کہا۔ "آپ غالباً کہیں باہر سے تشریف لائے ہیں" جولیا نے اس کے ماتھے کے نشان کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں۔" جون فریزر نے کہا۔ "میں فرانسیسی شہری ہوں اور مختلف ممالک کی سیاحت کرتا ہوا آپ کے ملک میں آیا ہوں۔"

"زینوبیا آپ کا ساتھ کہاں سے دے رہی ہیں۔؟"

"اٹلی سے۔ ہم دونوں پین فرینڈز ہیں۔ اور اب فرانس واپس جا کر شادی کر کے ہمیشہ کے لئے ایک ہو جائیں گے۔"

"میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔" جولیا نے کہا۔

"آپ کا مشرق بے حد پراسرار ہے مس فٹنر واٹر۔" زینوبیا نے کہا۔

"ہاں یہاں کے بارے میں بہت سی باتیں پراسرار سمجھی جاتی ہیں۔"

"سمجھی بھی جاتی ہیں اور کچھ ہیں بھی۔" جون نے کہا۔

"یعنی۔؟" جولیا نے پوچھا۔

"اب آپ اسی شہر کے آگ بابا کو لے لیجئے۔" جون نے کہا۔ "وہ ایک مادی انسان ہوتے ہوئے بھی آگ پر چلتا ہے آگ پر سوتا ہے مگر آگ اس کا کچھ نہیں بگاڑ پاتی۔"

آگ بابا کے نام پر جولیا کے کان کھڑے ہو گئے۔

جون فریزر تو ویسے ہی مشکوک تھا کیونکہ اکیٹو نے جس آدمی کا حلیہ بتایا تھا وہ جون پر پورا اترتا تھا اس کے علاوہ بھنوں پر ایک ایسی لکیر بھی تھی جو کسی زخم یا جلے ہوئے نشان کی طرح سے سپاٹ اور چکنی تھی اور جس پر بال نہیں اگے ہوئے تھے۔ جون کے خاموش ہوتے ہی وہ بولی تھی۔

"آگ بابا۔؟ میں سمجھی نہیں۔"

"ارے آپ آگ بابا کو نہیں جانتیں۔" زینوبیا نے کہا۔ "وہ تو بہت کرامت والا بابا ہے۔ اس کی ایک ہی دعا نے ہمارے بہت سے کام کرا دیئے ہیں۔"

"میں آج تک اس کے نام سے بھی ناواقف ہوں۔" جولیا نے کہا۔

"کسی دن چلیئے ہمارے ساتھ۔" زینوبیا نے کہا۔

"ضرور۔ میں ضرور جاؤں گی۔ اور ممکن ہوا تو آگ بابا کی دعائیں بھی حاصل کروں گی۔"

"ہمارے ساتھ چلیئے نا۔" جون فریزر نے اصرار کیا۔

"نہیں۔ مجھے پہلے ہی دیر ہو چکی ہے۔ پھر کبھی سہی آپ اپنا پتہ بتا دیجیئے۔"

"ہم تو ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔" جون نے کہا اور جولیا کو ایک بڑے ہوٹل کا پتہ بتا دیا پھر اس نے آگ بابا کا پتہ بھی بتایا تھا۔ اور اس کا پتہ سن کر جولیا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

آگ بابا کی رہائش اس جگہ تھی جہاں ملک کا وہ طبقہ رہائش رکھتا تھا جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ملک کی ساری دولت اسی کے قبضے میں ہے۔

بہر حال اس نے دونوں پتے ذہن نشین کئے تھے پھر کچھ اور کہنا چاہتی تھی کہ بیرہ آرڈر سرو کرنے لگا اور وہ خاموش ہو گئے۔

عمران بڑی جھلاہٹ کے عالم میں سر سلطان کے پاس سے اٹھا تھا۔ اسی جھلاہٹ کے عالم میں وہ اپنی ٹو سیٹر میں بیٹھ کر چل دیا۔

اسے غصہ اس بات کا تھا کہ اتنی بڑی اور اہم پوسٹ پر متعین ہونے کے باوجود دوست اور برادر اسلامی ملکوں کے سائنسدانوں کی خفیہ طور پر ہونے والی کانفرنس کا اسے کوئی علم نہیں تھا۔

حالانکہ قاعدے سے وزارت خارجہ کے توسط سے اسے اس کانفرنس کی اطلاع ملنی چاہئے تھی تا کہ وہ کانفرنس میں شریک ہونے والے سائنسدانوں کی حفاظت کا معقول انتظام کر سکتا۔

مگر ایسا نہیں ہوا اور اسے اب بتایا جا رہا ہے جبکہ ایک سائنسدان ختم ہو چکا ہے اور دوسروں کی زندگی خطرے میں ہی جا سکتی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اوپر

والے اس کے محکمے کو اہمیت ہی نہیں دے رہے تھے۔؟ اور اب سیکرٹری تو وہ یاد آ گیا۔ وہ اسی غصے میں ٹوسٹیر کو اسٹیر کرتا رہا۔

یہ غصے ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ گرد و پیش سے بے خبر ہو گیا تھا ورنہ وہ اس کار کو ضرور دیکھ لیتا جو سر سلطان کی کوٹھی سے نکلتے ہی اس کے تعاقب میں لگ گئی تھی۔ اس کار میں ایک عورت اور ایک مرد تھے۔

عورت سفید فام تھی جبکہ مرد کسی افریقی علاقے کا لگتا تھا۔ صدر کے علاقے میں عمران نے ایک اوپن ریستوران کے سامنے گاڑی روک دی اور اتر پڑا۔ یہ ریستوران اوپن اس لئے کہلاتا تھا کہ اصل عمارت کے علاوہ عمارت کے وسیع کمپاؤنڈ کو بھی ہال کی صورت دے کر ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔

اور اسے پارٹیشن کر کے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا ایک حصہ ٹی... ہال اور دوسرا ڈائننگ ہال کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ گرمیوں میں لوگ باہر بیٹھتے تھے اور سردیوں میں اندر۔

اس وقت باہر کوئی نہیں تھا۔ عمران اتر کر اس روش پر آ گیا جو برآمدے تک چلی گئی تھی۔

ابھی اس نے روش پر دو چار قدم ہی اٹھائے تھے کہ کوئی چیز زن سے اس کے سر کے برابر سے گزر کر چند قدم دور جا گری۔ عمران نے اس گرنے والی چیز پر ایک نظر ڈالی اور جھک کر بڑی تیزی سے سڑک کی سمت گھوما۔

اس کے ساتھ ہی جیب سے ریوالور بھی نکال لیا۔ اس کی نظروں کے سامنے ہی ایک کار نے اسپیڈ پکڑی اور دور ہونے لگی۔ عمران جھپٹا۔ اور ٹوسٹیر میں بیٹھ کر ایک جھٹکے

سے اسے آگے بڑھا دیا۔

ریستوران کے آگے سے گزرتے ہوئے اس نے ریستوران کے لان میں کاسنی رنگ کی شعاعوں کی چمک دیکھ لی تھی۔ اس پراسرار مادے سے بھری ہوئی گیند پھینکنے والے مجرم اس کی نگاہوں کے سامنے تھے۔

وہ کار اب بیس بائیس گز دور تھی اور اس کی رفتار زیادہ نہیں تھی۔ شاید انھیں اس بات کا خدشہ نہیں تھا کہ وہ اتنی پھرتی دکھلائے گا اور ان کا تعاقب شروع کر دے گا۔ عمران نے فاصلہ اور بڑھا لیا۔

اس کا ذہن بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا۔

اس وقت اس پر قاتلانہ حملہ ہی کیا گیا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ مجرم اس کی نقل و حرکت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ اور اب اسے راستے سے ہٹانا چاہتے تھے اور یہ بات ظاہر کرتی تھی کہ ان کو اس بات کا علم بھی تھا کہ صدر مملکت نے کیس سیکرٹ سروس کے سپرد کر دیا ہے اور وہ بہ حیثیت عمران اس بات کے لئے بدنام تو تھا ہی کہ وہ سیکرٹ سروس کا کرتا ہے اور ایکسٹو کے لئے کام کرتا ہے۔

لہٰذا ان لوگوں نے سوچا ہو گا کہ چلو اس کانٹے کو تو راہ سے ہٹا ہی دیں، وہ سوچتا رہا اور ٹو سٹیر دوڑتی رہی۔

پھر جب اگلی کار شہر کے سب سے زیادہ مالدار طبقے کے رہائشی علاقے کی طرف گھومی تو اس نے ایک ایسی جگہ ٹو سٹیر روک دی جہاں سے وہ سڑک پر دور تک نظر رکھ سکتا تھا۔

حملہ آوروں کی کار اسی سڑک پر آگے جا کر ایک گلی میں گھوم گئی۔ عمران نے ٹو سٹیر

کو ایک کوٹھی کی دیوار کے سائے میں روک دیا اور خود پیدل آگے بڑھنے لگا۔ جیب سے وہ ریڈی میڈ میک اپ بھی نکل کر چہرے پر فٹ ہو چکا تھا جو ایسے ہی کسی موقع پر استعمال کے لئے اس کی جیب میں پڑا رہتا تھا۔

جلد ہی وہ اس گلی تک پہنچ گیا جہاں وہ کار مڑی تھی تین بلاک آگے وہ کار عمران کو ایک کوٹھی کے احاطے میں نظر آ گئی۔

یہ اسی رہائشی بستی کا شروع کا حصہ تھا اور یہاں دو سو گز کے پلاٹوں پر چھوٹی چھوٹی کوٹھیاں بنی ہوئی تھیں۔ عمران نے آس پاس کا جائزہ لیا اور گھوم کر اس کوٹھی کے عقب میں چلا گیا۔ بڑے لوگوں کی بستی تھی اس لئے دور و نزدیک آدم یا آدم زاد تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ ویسے بھی اس مالدار طبقے کے افراد اپنی ایئر کنڈیشنڈ رہائش گاہوں سے باہر نکلنا پسند نہیں کرتے تھے۔ عمران آسانی سے چہار دیواری پھلانگ کر اندر داخل ہو گیا۔

ایک عقبی کھڑکی کی مدد سے وہ کوٹھی میں داخل ہو گیا۔ یہاں صرف پانچ کمرے تھے۔ تین بیڈ روم ایک ڈرائینگ روم اور ایک ڈائننگ ہال۔ عمران کو وہ لوگ ڈائننگ ہال ہی میں مل گئے تھے۔ وہ کل چار آدمی تھے۔

دو وہی عورت اور مرد جن کے تعاقب میں وہ یہاں تک آیا تھا۔ اور ایک مرد اور عورت وہ جو پہلے سے اس کوٹھی میں تھے۔

وہ دونوں سیاہ فام تھے۔

عمران کا ذہن چکرا کر رہ گیا۔ کسی افریقی ملک کو اسلامی ملکوں سے کیا دشمنی ہو سکتی تھی۔ ؟ اس نے سوچا۔ اور پھر کوئی افریقی ملک سائنسی میدان میں اتنا آگے نہیں تھا کہ اس قسم کے ایٹمی حربے بنا کر انھیں کسی ایسے مشن کے لئے استعمال کر سکتا۔ اس کا واضح مطلب یہ ہو سکتا تھا کہ وہ لوگ

کسی اور کے آلہ کار تھے۔

عمران کو علم تھا کہ بہت سے ممالک کی سیکرٹ سروس میں افریقی بھی شامل ہیں اس نے پہلے کمرے میں چاروں طرف دیکھا اور یہ اطمینان کرنیکے بعد کہ اس کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں ہے وہ اس درمیانی کھڑکی کی طرف متوجہ ہو گیا جس میں سے وہ اندر جھانک رہا تھا کمرے میں اس پر حملہ کرنیوالا جوڑا رپورٹ دے رہا تھا۔

"وہ وزارت خارجہ کے سیکرٹری کی کوٹھی سے نکل کر سیدھا صدر آیا تھا۔ پھر جب اس نے ایک ریستوران کے سامنے گاڑی روکی تب ہمیں موقع ملا اور ہم نے اس پر اٹامک بال سے حملہ کر دیا، بال اس سے دو تین قدم کے فاصلے پر گری تھی۔"

"تمہیں یقین ہے کہ عمران اس کے دائروں کی رینج میں آ گیا ہو گا۔؟"

"جی ہاں۔ چھ گز کے قطر دائرے والی بال استعمال کی تھی۔ اور پھر میں نے عمران کو گھوم کر گرتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔"

"شاید۔" افریقی سیاہ رو نے کہا۔ "تمہیں چاہیئے تھا کہ رک کر پوری طرح دیکھتے اس کے بعد یہاں آتے۔"

"اب بھی کیا فرق پڑا باس۔"

"بہت بڑا فرق پڑ سکتا ہے۔" افریقی نے کہا۔ "ممکن ہے وہ دائرے سے پھیلنے سے قبل ہی ہوشیار ہو گیا ہو۔ ایسی صورت میں وہ اٹامک بال کا شکار نہیں بنا ہو گا۔"

"مجھے ایسی کوئی ہدایت نہیں تھی۔"

"مسٹر کاؤس آپ عمران کی ہسٹری سے اچھی طرح سے واقف ہیں۔"

"بہر حال اب تو جو ہونا ہے وہ ہو گیا۔ ہمیں گھنٹہ بھر بعد پتہ لگ جائے گا کہ کیا رہا۔"

"اگر وہ شکار ہو چکا ہے تو یہ ہمارے مشن کے لئے سود مند ہوگا۔"

"میں کھانا کھا کر دوبارہ اس طرف چلا جاؤں گا۔" کاؤس نے کہا۔

"میرا بھی یہ ہی مطلب تھا۔"

پھر خاموشی چھا گئی اور وہ لوگ کھانا کھاتے رہے۔ وہاں پہلے سے موجود سیاہ فام لڑکی ہی سرو کر رہی تھی۔ کھانا ختم ہونے پر اسی سیاہ فام لڑکی نے برتن سمیٹ کر ٹرالی میں رکھے اور دروازے سے نکل گئی۔ افریقی نے نیپکن سے ہاتھ صاف کئے اور بولا۔

"یہاں اب کتنے اٹامک بال ہیں۔؟"

"شاید چھ باقی ہیں۔"

"ان سب کو آج ہی یہاں سے ہٹانا ہوگا۔"

"کوئی حکم آیا ہے۔ یا کوئی خطرہ ہے۔"

"صرف احکامات۔" افریقی نے کہا۔ "تمہاری واپسی کب تک ہو سکے گی۔"

"تین بجے تک پلٹ آؤں گا۔"

"ٹھیک ہے چار بجے ہم اٹامک بال یہاں سے منتقل کر دیں گے۔"

"او کے باس۔" کاؤس نے کہا اور سگریٹ نکال کر سلگانے لگا۔ عمران نے ان کی گفتگو بڑے غور سے سنی تھی۔ پھر اس نے ایک فیصلہ کیا اور اس طرف بڑھا جس طرف اس نے کچن دیکھے تھے۔ اندر سے کھڑ بڑ کی آواز آرہی تھی۔

عمران نے اندر جھانکا سیاہ فام لڑکی برتن دھو رہی تھی، گیس کے چولہے پر کیتلی رکھی تھی جس سے بھاپ نکل رہی تھی۔ عمران دبے قدموں اندر داخل ہوا تھا۔ مگر لڑکی بجلی کی سی تیزی سے اس کی طرف مڑی بس یہ ہی محسوس ہوا تھا جیسے اس کی پشت پر بھی آنکھیں رہی ہوں مگر اس سے

قبل کے عمران کو دیکھنے کے بعد وہ تحیرا ور حیرت کے جھٹکے سے سنبھل کر کوئی اقدام کرتی عمران کا جچا تلا ہاتھ اس کی کنپٹی پر پڑا اور وہ لہرا کر چولہے سے ٹکراتی ہوئی فرش پر ڈھیر ہوگئی۔ عمران نے اسے کھینچ کر ایک طرف کر دیا تاکہ سامنے سے نظر نہ آسکے۔ اور خود بھی ایک کونے میں کھڑا ہوگیا۔ وہ اب کسی اور کی آمد کا منتظر تھا۔

اسے امید تھی کہ چائے نہ پہنچنے پر کوئی اس طرف ضرور آئے گا، اور یہی ہوا پانچ منٹ بعد کاؤس کی ساتھی لڑکی اندر آئی تھی۔ اور اس کا بھی وہی حشر ہوا تھا جو سیاہ فام لڑکی کا ہوا تھا۔

عمران نے اسے بھی کھینچ کھانچ کر دروازے کے پاس سے ہٹا دیا۔ اب وہ پھر انتظار کر رہا تھا۔

اس بار پانچ منٹ سے پہلے ہی کاؤس ان دونوں کو پکارتا ہوا آیا تھا۔ کچن میں داخل ہوتے ہی عمران کا ہاتھ اس کی کنپٹی پر پڑا۔ مگر کاؤس عمران کی ایک جھلک دیکھ کر ہوشیار ہو چکا تھا۔

لہٰذا وہ بڑی تیزی سے ایک طرف ہٹا تھا۔ مگر پھر بھی عمران کا وار کنپٹی پر اچٹتا ہوا سا پڑا تھا۔

ایک لمحے کے لئے وہ لڑکھڑایا۔

آنکھوں کے سامنے تارے سے کوندے تھے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس نے اندھا دھند اپنا ہاتھ گھما دیا۔ ضرب عمران کے پیٹ پر پڑی تھی۔ مگر عمران کا گھونسہ کاؤس کی کنپٹی کو سہلا گیا اور وہ بھی فرش پر گر پڑا۔

عمران نے تینوں کا اچھی طرح سے جائزہ لیا اور یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ وہ ابھی

ایک آدھ گھنٹے ہوش میں نہیں آئیں گے وہ کچن سے باہر آگیا۔ اس کا رخ ڈائننگ ہال کی طرف تھا۔

ڈائننگ ہال کے دروازے سے چپک کر عمران نے ریوالور نکالا اور اسے نال کی طرف سے پکڑ لیا۔ اسے امید تھی کہ افریقی بھی جلد ہی ان تینوں کے بارے میں تشویش میں مبتلا ہو کر کمرے سے نکلے گا۔

اور پھر اسے بیہوش کرنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوگی۔ وہ بغیر شور شرابہ کئے ان چاروں کو پکڑ نا لے جانا چاہتا تھا۔

پھر جو اس نے سوچا تھا وہی ہوا۔

افریقی کمرے سے نکلا تھا اور عمران کے ریوالور کے دستے کی ضرب کھا کر کٹے ہوئے شہتیر کی طرح ڈھیر ہو گیا تھا۔ وہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ یہاں اس نے فون رکھا دیکھا تھا۔

اس نے دانش منزل کے نمبر ڈائل کئے تھے۔ رابطہ فوراً ہی مل گیا۔

"ایکسٹو۔"

دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز آئی۔

"ادھر بھی ایکسٹو ہے۔"

عمران نے کہا۔

"اوہ عمران صاحب۔ فرمائیے۔؟"

"فوراً ہی ایک بند ویگن لیکر چلے آؤ۔"

"مگر کہاں۔؟"

۔ ہائی سوسائٹی کی طرف ۔ ہ عمران نے پتہ بتاتے ہوئے کہا پھر کچھ اور ہدایتیں دیں
اور رابطہ منقطع کر دیا۔

اب وہ کمرے کی تلاشی لینے کی سوچ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں افریقی کے کہے ہوئے
الفاظ گونج رہے تھے کہ ٹاٹا مک بال چار بجے منتقل کر دیں گے۔

جولیا ان سے الگ ہو کر بظاہر ایک ٹیکسی میں روانہ ہو گئی تھی مگر آگے ایک گلی میں مڑوا کر اس نے ٹیکسی رکوالی تھی اور اتر کر گلی کے سرے سے ہوٹل کے سامنے کھڑے ہوئے جون اور زینوبیا کو دیکھتی رہی۔

وہ سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی گاڑی میں بیٹھ رہے تھے۔ پھر جیسے ہی وہ حرکت میں آئی جولیا تیزی سے دوڑتی ہوئی ٹیکسی تک آئی۔

"اب مین روڈ پر نکل چلو۔" اس نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اچھا میم صاحب۔" ڈرائیور نے کہا اور گاڑی گھما کر سڑک پر نکال لی جون والی گاڑی ایک فرلانگ آگے سگنل پر کھڑی تھی۔ جولیا نے ڈرائیور کی توجہ اس کی طرف مبذول کراتے ہوئے کہا۔

"بس اسی گاڑی کا ہوشیاری سے تعاقب کرنا ہے۔"

"میم صاحب وہ کون ہے۔؟"

"کوئی بھی ہو اس سے تمہیں مطلب نہیں ہونا چاہیئے۔" جولیا غرائی۔

"میم صاحب جی، یہ جھگڑے ٹنٹے کا کام ہم نہیں کرتے۔" ڈرائیور نے جولیا کے غرانے پر کہا۔" آپ دوسری ٹیکسی لے لیجئے۔"

"خاموشی سے چلتے رہو اگر جیل نہیں جانا تو۔" جولیا پھر غرائی۔

"کیا مطلب۔ہم" ڈرائیور جھلا گیا۔" آپ مجھے جیل بھجوائیں گی۔؟"

"ہاں ابھی ہتھکڑی لگا کر لے جاؤں گی اور پھر کار سرکار میں مداخلت اور ایک مجرم کو فرار میں مدد دینے کے جرم میں کم از کم تین سال کے لئے جیل چلے جاؤ گے۔"

"تو یوں کہیئے نا کہ آپ پولیس والی ہیں۔" ڈرائیور نے اپنی سمجھ کے مطابق رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔" اور مجرم کا تعاقب کر رہی ہیں۔"

"دیکھو سگنل کھل گیا ہے۔ بس اسے نظر میں رکھ کر چلتے رہو۔"

"اچھا پولیس صاحب۔" ڈرائیور نے کہا اور ٹیکسی آگے بڑھا دی، جولیا کے لبوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ پولیس صاحب اس نے بڑی جھلاہٹ کے [illegible] میں کہا تھا۔ دونوں گاڑیاں آگے پیچھے دوڑتی رہیں۔

ڈرائیور نے اگلی گاڑی اور ٹیکسی کے درمیان پندرہ گز کا فاصلہ برقرار رکھا تھا اس طرح اگلی گاڑی میں موجود جوزن یا زینوبیا میں سے کسی کو بھی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر یہ دیکھ کر جولیا کو حیرت ہوئی تھی کہ وہ اسی پتے پر رکے تھے جو انھوں نے آگ بابا کا اسے بتایا تھا۔ گاڑی انھوں نے آگ بابا والی کوٹھی میں داخل کر دی تھی۔

" بس آگے نکال کر داہنے موڑ لینا۔" جولیا نے کہا اور سیٹ سے پھسل گئی۔ اب

اسے کوئی باہر سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

ٹیکسی پر نظر ڈالنے والے کو وہ خالی ہی نظر آتی۔ ڈرائیور نے ٹیکسی آگے سے گھما کر روک دی اور جولیا سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"یہاں پر میرا انتظار کرنا۔" جولیا نے پچاس کا ایک نوٹ اسے دیتے ہوئے کہا۔ "تمہارا نمبر میرے ذہن میں ہے۔ اگر چلے گئے تو بہت بری طرح پیش آؤں گی۔ سمجھ گئے۔؟"

"جی میم صاحب۔" پچاس کا نوٹ دیکھ کر اس کا رویہ ہی بدل گیا ورنہ شاید وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں بغیر پیسے دیئے ہی نہ ٹرخا دے آخر پولیس والی تھی نا۔

"اسی جگہ رکو گے خواہ واپسی میں مجھے کتنی ہی دیر کیوں نہ ہو جائے۔"

جولیا نے ٹیکسی سے اترنے کے بعد کہا اور ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا دیا جولیا نے کچھ آگے بڑھ کر سوچا کہ آگ بابا کی طرف جائے یا نہیں، جون اور زینوبیا اسے اچھی طرح سے جانتے تھے۔ اسے دیکھ کر وہ مشکوک بھی ہو سکتے تھے۔ اور وہ یہ سوچنے لگ جاتے کہ کہیں جولیا نے ان کا تعاقب تو نہیں کیا۔؟

چند لمحے وہ سوچتی رہی۔

نظریں آگ بابا والی کوٹھی پر لگی ہوئی تھیں اس دوران دو تین کاریں اور چار ٹیکسیاں وہاں آکر رکی تھیں اور لوگ اتر کر اندر چلے گئے تھے ان میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔

"دیکھا جائے گا۔" جولیا نے سوچا اور خود بھی کوٹھی کی طرف بڑھنے لگی۔ گیٹ پر وہ اس وقت پہنچی تھی جب وہاں ایک ٹیکسی آکر رکی تھی اس میں سے ایک نوجوان جوڑا اترا تھا۔ جولیا نے مسکرا کر سر کے اشارے سے عورت کو سلام کیا تھا۔

عورت نے بھی اس کا جواب دیا اور جولیا ان کے ساتھ لگی ہوئی اندر کی طرف بڑھنے

لگی۔ کوٹھی کے داخلی دروازے پر ایک آدمی موجود تھا نوجوان نے اس کو ایک کارڈ دکھایا تھا اور پھر وہ راہداری میں داخل ہو گئے تھے۔

کارڈ پر صرف آگ بابا سرخ رنگ سے چھپا ہوا تھا۔ مگر رنگ ایسے استعمال کئے گئے تھے کہ وہ آگ کی طرح دھک رہے تھے۔ وہ لوگ ایک بڑے سے ہال میں داخل ہو گئے یہاں کسی سینما ہال کی طرح سے کرسیاں نصب تھیں اور کرسیوں کے سامنے بنے ہوئے اسٹیج پر آگ روشن تھی اور بڑے بڑے شعلے لپک رہے تھے۔ اور ان کا انعکاس پورے ہال میں سرخ روشنی کی صورت میں لرز رہا تھا۔

وہ ایک طرف جا کر بیٹھ گئے۔

جولیا ان کے برابر ہی بیٹھ گئی تھی، یہاں سب خاموش تھے، کوئی بات نہیں کر رہا تھا۔ گہرا سناٹا ہال میں طاری تھا۔ جولیا بغور چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھی۔ اسے آگ بابا کی شخصیت بڑی پر اسرار لگ رہی تھی۔

وہ سوچ رہی تھی کہ کہیں یہ کسی مذہب کا پرچار تو نہیں ہے، ماضی میں ایسے بہت سے سر پھرے پیدا ہو چکے تھے۔ ہال آہستہ آہستہ بھرتا جا رہا تھا آنیوالے ایک کے بعد ایک ترتیب سے بیٹھتے جا رہے تھے۔

پھر ہال بھر گیا شاید دو تین ہی کرسیاں خالی نظر آ رہی تھیں۔ یک بیک ہال میں ہلکی سی موسیقی کی آواز گونجنے لگی۔

اور اسٹیج پر بھڑکنے والے شعلوں میں اضافہ ہو گیا لپٹیں اونچی ہو گئیں اور پورے ہال میں ایک عجیب قسم کی خوشبو پھیلنے لگی مسحور کن اور سر درد آور خوشبو۔ پھر موسیقی ایک جھنکار کے ساتھ رک گئی اور اس کے ساتھ ہی شعلے بھی نیچے بیٹھتے چلے گئے۔ اب وہ صرف چند انچ

اونچے رہ گئے تھے اوران شعلوں کے اندر دھکتے ہوئے سرخ انگاروں پر ایک آدمی کھڑا ہوا تھا۔ ایک لمبا سا آدمی۔ جس کے جسم پر صرف انڈرویر تھا۔ اس کا جسم دبلا تبلا اور ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آرہا تھا۔

چہرہ آگ کی طرح سرخ تھا اور وہ ساکت وصامت کھڑا ہوا تھا اس کے جسم کا کوئی حصہ بھی متحرک نہیں تھا۔

وہ سب بڑی تیزی سے اٹھے اور جھک گئے۔ جولیا کو بھی ان کی تقلید کرنی پڑی تھی۔ پھر ایک تیز آواز سن کر ہی وہ لوگ سیدھے ہوئے تھے۔

"بیٹھ جاؤ میرے ساتھیوں۔" ایک تیز اور پتلی سی آواز نے کہا تھا۔

جولیا نے اندازہ لگایا کہ وہ آواز کسی اسپیکر سے نشر ہوئی ہے۔ وہ لوگ کرسیوں پر بیٹھ گئے، آگ بابا کے چہرے کی سرخی آہستہ آہستہ کم ہو رہی تھی۔ اور یک بیک جولیا چونک پڑی۔ اس کے جسم میں سنسنی سی دوڑنے لگی۔

اس نے ایک بار آنکھیں مل مل کر اسٹیج کی طرف دیکھا اسے یقین نہیں تھا کہ جو کچھ وہ دیکھ رہی ہے وہ سچ ہے، حقیقت ہے۔

اسے سراب کا سا دھوکہ ہوا تھا۔

ایسا ہی لگا تھا جیسے وہ درحقیقت خواب دیکھ رہی ہو۔ اسٹیج پر نظر آنیوالی شخصیت ایسی ہی تھی۔ آگ بابا کے روپ میں اس کے سامنے سنگ ہی کھڑا تھا۔ وہی خطرناک مجرم سنگ ہی جس نے ابھی کچھ ہی دن پہلے پوری دنیا میں بھوتوں اور مافوق الفطرت ہستی کا چکر چلایا تھا اور اس چکر کی آڑ میں وہ پوری دنیا سے خلائی سنٹر میں کام آنیوالا ایک نیا ایندھن نکال رہے تھے۔ اور جسے

---

؎ ملاحظہ فرمایئے۔ اس دنیا کے باسی۔

اپنے ملک میں عمران نے ناکام بنا دیا تھا ورنہ سنگ ہی کو اپنے راکٹ سمیت[1] فرار ہونا پڑا تھا۔

وہ بے چین ہو گئی۔

آگ بابا کیا کہہ رہا تھا وہ نہیں سن رہی تھی۔ اور اگر سن رہی تھی تو اس کا شعور اسے نہیں سمجھ رہا تھا وہ تو جلد از جلد یہاں سے نکل کر ایکسٹو کو اس کی خبر دینا چاہتی تھی۔ دس منٹ میں آگ بابا کا لیکچر ختم ہو گیا۔ اور آگ بابا آگ کے شعلوں میں غائب ہو گیا۔ اس کے بعد لوگ خارجی دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔

دروازے پر ہی ایک لڑکا ٹرے لئے کھڑا تھا اور اس ٹرے میں کاغذ کے گلاس میں پیک کوئی مشروب بھرا ہوا تھا۔ ہر نکلنے والا ایک گلاس اٹھا کر پیتا اور خالی گلاس ایک طرف ڈال کر آگے بڑھ جاتا۔

جولیا کو بھی ایک گلاس اٹھانا پڑا تھا پھر وہ پی بھی گئی۔ اس مرحلے پر جبکہ یہ انکشاف ہو گیا تھا کہ سنگ ہی آگ بابا کے روپ میں کوئی چکر چلا رہا ہے وہ کوئی ایسا اقدام نہیں کرنا چاہتی تھی جس سے وہ لوگ چونکنے ہو جاتے۔

البتہ یہ اس نے کیا کہ گلاس بڑی صفائی سے اپنے پرس میں منتقل کر لیا۔ اس کے پیندے میں مشروب کا کچھ حصہ باقی تھا۔ باہر آنے کے بعد وہ ٹیکسی کی طرف بڑھی۔ سوچ رہی تھی پتہ نہیں وہ ہے یا نہیں لیکن ٹیکسی ڈرائیور موجود تھا۔ اس کے بیٹھتے ہی ٹیکسی حرکت میں آ گئی تھی۔

"واپس چلو۔" جولیا نے کہا۔ مشروب پینے کے بعد اسے اپنے رگ و پے میں ایک عجیب قسم کی سنسنی سی دوڑتی محسوس ہو رہی تھی جذبات میں ایک ہیجان برپا تھا۔ ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے وہ ریستوران کے دروازے پر اتر گئی۔ پھر وہ ڈرائیور کو دس دس کے چند نوٹ

---

[1] ملاحظہ فرمائیے، اس دنیا کے باسی،

دے کر اندر داخل ہو گئی۔

اس کا رخ اس طرف تھا جہاں فون بوتھ بنے ہوئے۔ اس نے ایک بوتھ میں داخل ہو کر احتیاط سے دروازہ بند کیا اور رسیور اٹھا کر سکے ڈالے اور نمبر ڈائل کرنے لگی۔

" ہیلو اٹ از جولیا۔" اس نے رابطہ ملتے ہی کہا تھا۔

" ایکسٹو۔" دوسری جانب سے کہا گیا۔" ہاں جولی کیا بات ہے۔؟"

" رپورٹ جناب عالی۔"

" کہو چلو۔"

" میں نے سنگ ہی کو دیکھا ہے جناب۔"

" کہیں نشے میں تو نہیں ہو۔؟" ایکسٹو کی غراہٹ ابھری۔

" جی نہیں۔" جولیا نے کہا پھر ساری تفصیل بتلا دی۔

" ہونہہ۔ یہ بہت اہم خبر ہے جولی۔"

" کیا اس کا تعلق اس ایٹمی مادے والی گیند کے واقعے سے ہو سکتا ہے جناب۔؟"

" ممکن ہے۔" ایکسٹو کی آواز آئی۔ اب جبکہ سنگ ہی سامنے آگیا ہے تو یہ دیکھنا پڑے گا کہ کہیں یہ زیرو لینڈ والوں کا کارنامہ تو نہیں ہے۔"

" میرے لئے کیا حکم ہے جناب۔"

" تم اب میک اپ میں رہ کر وہاں جاتی آتی رہو۔"

" مجھے آگ بابا کی نگرانی کرنی ہو گی۔؟"

" ہاں۔ مگر نہیں۔ اس کام پر اب تم صدیقی کو لگا دو۔"

" یہ صحیح ہے جناب۔ اب جبکہ مطلوبہ آدمی مل گیا ہے تمام ممبروں کو واپس بلا لیا جائے۔؟"

"ہاں۔ البتہ ایک کام یہ کرو کہ ایسے لوگوں کی فہرست بناؤ جو آگ بابل سے ملنے جاتے ہیں۔
اس کام کے لئے صفدر مناسب رہے گا۔"

"وہ خالی ہے کیا۔؟"

"جی ہاں۔"

"ٹھیک ہے۔ اور کچھ۔؟"

"جی نہیں۔ شکریہ۔"

دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہو گیا تھا۔

عمران کی ٹو سیٹر سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی۔

اس وقت وہ انٹرکان جانیوالی سڑک پر تھا۔ ہائی سوسائٹی سے چاروں افراد کو اس نے بلیک زیرو کے ساتھ بند گاڑی میں وانش منزل روانہ کر دیا تھا اور خود وہاں کی تلاشی لینے کے لئے رک گیا تھا۔

جس کمرے میں انھوں نے کھانا کھایا تھا اسی کمرے میں ایک الماری سے اسے چھ آٹامک بال مل گئے تھے۔

یہ آٹامک بال بہت احتیاط سے پلاسٹک کے خانوں میں جن میں اسفنج لگا ہوا تھا رکھے ہوئے تھے، بلیک زیرو کے ہاتھ اس نے یہ بال بھی روانہ کر دیئے تھے، اس کے بعد اسے وہاں سے تلاشی میں کوئی کام کی چیز ہاتھ نہیں لگی تھی۔

واپسی میں اس نے ایک جگہ سے سر سلطان کو فون کیا تھا وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ

سی آئی بی والوں نے ابتک کیا کیا ہے اور مقتول وحید فیصل کی لاش کی اٹھائی ہوئی خاک کا لیبارٹری تجزیہ کون سی کہانی سنا سکا۔ رابطہ فوراً ہی قائم ہو گیا تھا۔

" ہیلو۔" دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز آئی تھی۔

" میں بول رہا ہوں۔ یعنی احمق اعظم۔"

" عمران تم۔ میں دو مرتبہ فلیٹ فون کر چکا ہوں۔ تم کہاں تھے۔؟" سر سلطان نے بڑی تیزی سے تینوں سوال کر ڈالے۔

" آپ آج ایکسپریس بنے ہوئے ہیں۔"

" بکومت۔ فوراً میرے پاس چلے آؤ۔"

" پھر وہی چلے آؤ۔" عمران نے روتی سی آواز میں کہا۔ " یہ کبھی نہیں کہتے کہ فوراً ہی اس دنیا سے نو دو گیارہ ہو جاؤ۔"

" عمران۔ یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔"

" جی ہاں جانتا ہوں۔ رونے کا مقام ہے۔"

" میرے پاس آنے کی بجائے انٹر کان ہی چلے جاؤ۔"

" خدا آپ کا بھلا کرے۔" عمران نے کہا۔ " مجھے بھوک لگ رہی تھی۔" عمران نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ " مگر بل کون دے گا۔؟"

" بھوک پیاس سب اڑ جائے گی جب وہاں جانے کی وجہ سنو گے۔"

" وجہ کوئی نئی سائنسی غذا ہے کیا۔؟"

" وحید فیصل کے بعد عرب امارات کے سائنسی ادارے کے وزیر ڈاکٹر سائنسداں نوبلہ انجم بھی اسی پر اسرار آگ کا نشانہ بنا دیئے گئے ہیں۔"

"کیا۔" عمران کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ "آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔"

"میرا تمہارا مذاق کا کوئی رشتہ نہیں ہے نالائق۔" سر سلطان کی جھڑی ہوئی آواز آئی۔

"لیکن یہ کیسے ہوا۔؟"

"چشم دید گواہ کا بیان ہے کہ جس وقت نوید انجم اپنے کمرے سے نکل کر برآمدے میں آئے ٹھیک اسی وقت زینوں کی طرف سے کسی نے ان پر گیند پھینک ماری تھی۔ بس اس کے بعد وحید فنیل کی طرح وہ بھی خاک کا ڈھیر بن گئے، نہ صرف وہ بلکہ آس پاس کے چار پانچ کمرے بھی اس آگ کی نظر ہو گئے ہیں۔"

"انٹر کان ہی کہا تھا نا آپ نے۔؟" عمران نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہاں۔ تم فوراً روانہ ہو جاؤ۔"

"تحقیقات کون کر رہا ہے۔؟"

"فیاض۔ مگر تمہیں فکر کی ضرورت نہیں۔ میں نے رحمان کو فون پر بتا دیا ہے کہ ایکسٹو کا ایک نمائندہ وہاں پہنچ رہا ہے۔ تم ریفرنس دے سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔" عمران نے کہا اور دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہو گیا۔ وہ دوبارہ ٹوسیٹر میں بیٹھ گیا۔ اور وہ حرکت میں آگئی۔ گاڑی کی رفتار کی طرح اس کا ذہن بھی سوچ میں گم تھا۔

وہ اپنے اوپر کیے ہوئے قاتلانہ حملے کو نظر انداز کر سکتا تھا مگر نوید انجم کے قتل کو وہ کیا کرتا۔؟

نوید انجم کے قتل سے یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آگئی تھی کہ کوئی پارٹی اسلامی

ملکوں کے سائنسدانوں کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ مگر کیوں۔؟ کیا وہ اس پراسرار آگ کا راز جانتے ہیں۔؟ یا کوئی اور بات ہے۔؟

یقینی طور پر ان کے زندہ رہنے سے پراسرار آگ کی موجد پارٹی کو کسی قسم کا نقصان پہنچ سکتا تھا اسی لئے انھوں نے دونوں سائنسدانوں کو پراسرار طریقے پر ختم کر دیا مگر ایک اور سوال اس کے ذہن میں ابھرا تھا۔

کیا ان دو افراد کے مرنے کے بعد یہ سلسلہ بند ہو جائے گا۔؟

اگر اسلامی ملکوں کے کاز کو نقصان پہنچانا مقصود ہے تو یقینی طور پر اسلامی ملکوں کے بقیہ سائنسدانوں کی زندگی بھی خطرے میں ہے اور ان کے لئے اسے کٹر سے حفاظتی انتظامات کرنے ہوں گے۔

وہ سوچتا رہا اور ٹوسٹیر سڑک پر دوڑتی رہی۔

انٹرکان کے پارکنگ لاٹ اور اس کے آس پاس پولیس کی کئی گاڑیاں اور ایمبولنس وغیرہ نظر آرہی تھیں۔ عمران نے گاڑی سڑک پر ہی چھوڑ دی اور اتر کر ہوٹل کی طرف بڑھ گیا۔

جائے واردات کو جانیوالے راستوں پر پولیس کا پہرہ تھا۔ عمران کو بھی روک دیا گیا تھا مگر اس نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر اس سارجنٹ کے سامنے کر دیا جو وہاں پولیس والوں کا انچارج تھا۔ کارڈ پر مندرج تحریر کے مطابق وہ ایکسٹو کا نمائندہ تھا اور اس کا عہدہ کیپٹن کے برابر کا تھا۔

سارجنٹ نے سلوٹ کیا تھا۔ عمران سر کی جنبش سے جواب دیتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

لویڈا انجم والے کمرے کے آس پاس سفید لباس میں ملبوس کئی آدمی مختلف آلات لئے موجود تھے۔ ان سے ذرا فاصلے پر فیاض بھی موجود تھا۔ رحمان صاحب بھی تھے اور دیگر اعلیٰ حکام بھی۔

عمران کو دیکھ کر رحمان صاحب کی پیشانی پر بل آ گئے۔ خود فیاض کا منہ بھی بن گیا تھا۔ وہ تیر کی طرح اس کی طرف آیا تھا۔ پھر سرگوشیانہ مگر غصیلے لہجے میں بولا۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو۔ چلے جاؤ۔"

"بکو مت۔" عمران غرا کر بولا۔ پھر جیب سے ایکسٹو کے ریفرنس والا کارڈ نکال کر اسے تھماتا ہوا بولا۔ "میری آئیڈینٹیٹی۔"

فیاض نے کارڈ پڑھا اور چونک پڑا۔ رحمان صاحب اسے ایکسٹو کے آنے والے نمائندے کے بارے میں بتا ہی چکے تھے۔

"تو تم ایکسٹو کے لئے کام کرو گے؟" وہ مردہ لہجے میں بولا۔

"گولی مارو اسے۔" عمران چہکا۔ "اگر تم چاہو گے تو تمہارے لئے بھی کام کروں گا۔"

"سچ۔" فیاض کا چہرہ کھل اٹھا۔

"ایک شرط کے ساتھ۔"

"جلدی کہو۔ تمہارے ڈیڈی دیکھ رہے ہیں۔"

"تم میرے ساتھ پورا پورا تعاون کرو گے۔"

"منظور ہے۔"

"تفصیلات بتلا چلو۔"

فیاض نے تفصیلات بتلانی شروع کر دیں، وہ سب کچھ وہی تھا جو سر سلطان

اسے بتا چکے تھے۔ البتہ دو ایک باتیں نئی تھیں۔

"حیرت انگیز امر یہ ہے کہ وہ آگ پانچ کمروں تک پھیلی تھی ان میں موجود تیرہ آدمی اور تمام اسامان جلا کر راکھ کر ڈالا تھا اور پھر جس تیزی سے پھیلی تھی اسی تیزی سے خود بخود بجھ گئی۔"

"ہر چیز خاک کا ڈھیر بن گئی ہے۔!"

"ہاں۔ اب انٹر کان کی عمارت خالی کرا لی جائے گی۔"

"کیوں۔؟"

"پانچوں کمروں کی دیواریں ستون اور چھت کے بیم سب خاک بن چکے ہیں کمروں کی چھتیں کسی بھی لمحے بیٹھ سکتی ہیں اس لئے عمارت مخدوش ہو گئی ہے۔"

"ہونہہ۔" عمران نے سر ہلا دیا۔ "آؤ چلو ڈیڈی قہرناک نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔"

فیاض چپ چاپ آگے بڑھ گیا۔

"اسے کیوں لائے ہو۔" رحمان صاحب نے سخت لہجے میں کہا۔

"وہ..... ایکسٹو......" فیاض ہکلا کر رہ گیا۔

"تو تمہیں ایکسٹو کا نمائندہ بنا کر بھیجا گیا ہے۔" رحمان صاحب غرائے۔

"جج...... جی..... جی ہاں...." عمران نے بھی سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم..... تم کیا کرو گے۔؟"

"یہ ہی میں نے کہا تھا مگر وہ نہیں مانے۔"

رحمان صاحب نے پھر کہا کچھ نہیں اور وہاں سے ہٹ گئے۔ عمران نے کمروں کا جائزہ لیا سفید لباس میں ملبوس افراد بھی متاثرہ جگہ کے آس پاس ہی رہ کر تحقیقات کر رہے تھے انھوں نے متاثرہ جگہ کے اندر جانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"ہم کمرے میں موجود لاشیں ہی نہیں اٹھا سکتے۔" فیاض نے کہا۔

"کیوں۔؟"

"جیسے ہی متاثرہ جگہ پہ پیر رکھا وزن سے وہ جگہ ٹوٹ کر نیچے گر گئی۔" فیاض نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ عمران نے اس جگہ فرش میں ایک گڑھا سا دیکھا تھا۔ پانچوں متاثرہ کمروں کی دیواریں راکھ کی شکل میں ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہی تھیں۔

"آس پاس کے کمروں میں اور کوئی سائنسداں تو نہیں تھا۔؟"

"نہیں۔ بقیہ دوسری جگہوں پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

"اطلاع کس طرح ملی تھی۔؟"

"منیجر نے ہمیں فون کیا تھا۔ میرا مطلب ہے تھانے فون کیا تھا اور وہاں سے ہمیں اس بارے میں اطلاع دی گئی تھی۔"

"گیند پھینکنے کا منظر کس نے دیکھا تھا۔؟"

"تباہ ہونیوالے کمروں کے برابر والے کمرے میں مقیم ایک شخص نے۔ وہ اس وقت نیچے جانے کے لئے کمرے سے باہر نکلا تھا۔ کیونکہ نیچے لابی میں اس کا ایک مہمان آیا ہوا تھا اور ریسیپشن کاؤنٹر سے اسے فون پر اطلاع دی گئی تھی۔"

"تم نے اسے چیک کیا۔؟"

"ہاں۔ وہ شک وشبہ سے بالاتر ہے۔"

"اب تم کیا کرو گے۔؟"

"یہ لوگ تابکاری کا جائزہ لے رہے ہیں۔" فیاض نے سفید لباس والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اگر زیادہ تابکاری نہ ہوئی تو اسے پھیلنے سے روکنے کی کاروائی کیجائےگ

ورنہ اسی طرح چھوڑ کر عمارت خالی کرالی جائیگی۔"

"عمارت کا خالی ہونا ضروری ہے۔" عمران نے کہا۔ "پانچ کمروں کے بم ختم ہو جانیکے بعد اس بات کا خطرہ ہے کہ عمارت کسی بھی لمحے ملبے کا ڈھیر بن سکتی ہے۔"

"رحمان صاحب نے عمارت خالی کرانیکے لئے مینیجر سے کہہ دیا ہے۔"

"تم یہاں رکو گے۔؟"

"میرا رکنا فی الحال ضروری ہے۔"

"بس تو ٹھیک ہے۔ اگر کوئی خاص بات معلوم ہو تو مجھے فون پر اطلاع دیدینا۔"

"ضرور۔ مگر تمہیں وعدہ یاد رہے گا نا۔؟"

"ہاں۔" عمران نے سر ہلا کر کہا اور واپسی کے لئے زینوں کی طرف مڑ گیا۔

بلیک زیرو کو بڑی شدت سے عمران کی تلاش تھی۔

وہ اُسے آگ بابا کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔ اس نے بہ حیثیت ایکسٹو جولیا سے رپورٹ لیکر احکامات دے دیئے تھے۔ مگر اب وہ یہ چاہتا تھا کہ سنگ ہی کی موجودگی کی اطلاع عمران کو فوری طور پر دیدی جائے۔

اس نے ہر اس جگہ فون کئے تھے جہاں عمران کی موجودگی کا امکان ہو سکتا تھا۔ مگر وہ کہیں نہیں ملا۔!

پھر جب اس نے سر سلطان کو فون کیا تو اطلاع ملی کہ عمران انٹرکان میں ہے اس نے انٹرکان فون کیا اور فیاض سے جب یہ معلوم ہوا کہ عمران ابھی ابھی باہر نکلا ہے تو اس کا دل چاہا کہ اپنا سر ہی پیٹ ڈالے۔

اب وہ اسے کہاں تلاش کرتا پہلے اس نے سوچا تھا کہ شاید عمران انٹرکان سے اسی

کی طرف آئے پھر ایک گھنٹہ گزر جانے کے بعد وہ فون کے بارے میں سوچنے لگا مگر شام چھ بجے تک نہ عمران کا فون ہی آیا اور نہ وہ خود۔

سوا چھ بجے فون کی گھنٹی بجی تھی۔ اس نے جھپٹ کر ریسیور اٹھا لیا۔ امید تھی کہ فون عمران کا بھی ہو سکتا ہے۔

"ایکسٹو۔" اس نے ایکسٹو کے لہجے میں کہا۔

"سر سلطان بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔ "تم کون ہو طاہر۔؟"

"جی ہاں۔ میں طاہر بول رہا ہوں۔"

"عمران سے رابطہ قائم ہوا۔؟"

"نہیں۔ میں خود بہت پریشان ہوں۔"

"کوئی خاص بات۔؟"

"جی ہاں ایک اہم انھیں اطلاع دینی ہے۔"

"میرے پاس بھی اس کے لئے ایک اہم اطلاع ہے۔ اطلاع نہیں پیغام سمجھو۔"

"مجھے بتا دیجئے۔ جیسے ہی رابطہ قائم ہوا میں بتا دوں گا۔"

"آج عمران نے دو عورتوں اور دو مردوں کو کہیں سے پکڑا ہے۔"

"جی ہاں۔"

"پیغام یہ ہے کہ ان چاروں کو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر رہا کر دیا جائے ورنہ پورا شہر راکھ بنا دیا جائے گا۔"

"پیغام کس کی طرف سے ہے۔؟"

"ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کو گرفتار کرتے وقت جو چیز عمران نے وہاں سے لی ہے

وہ بھی واپس کر دی جاتے۔" سر سلطان نے بلیک زیرو کا سوال ان سنا کر کے کہا۔

"میں نے پوچھا تھا جناب کہ پیغام کس کی طرف سے ہے۔؟"

"شاید تمہیں یقین نہ آئے۔" سر سلطان نے کہا۔" وہ بہت خطرناک اور بین الاقوامی حیثیت کا مجرم ہے۔"

"آپ کا اشارہ سنگ ہی کی طرف تو نہیں ہے.....؟" بلیک زیرو نے پوچھا۔

"وہی..... وہی.... پیغام اسی کی طرف سے ہے۔" سر سلطان نے کہا۔" مگر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ سنگ ہی ہے۔"

"میں بھی سنگ ہی کے بارے میں ہی اطلاع دینا چاہتا تھا۔" بلیک زیرو نے کہا۔" ایک ماتحت نے سنگ ہی کا سراغ پا لیا ہے۔"

"پتہ نہیں یہ احمق کہاں غائب ہے۔؟"

"کسی نہ کسی مسئلے میں الجھے ہوئے ہوں گے۔"

"جن لوگوں کو گرفتار کیا ہے ان کی کیا اہمیت ہے۔؟"

"پتہ نہیں۔" بلیک زیرو نے کہا۔" میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ آج انہی میں سے ایک نے اٹامک بال سے ان پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔"

"اوہ۔"

سر سلطان کی متحیر آواز آئی۔

"میں ساری جگہیں انھیں تلاش کر چکا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ جیسے ہی رابطہ قائم ہو مجھے اطلاع دینا۔"

"بہتر جناب۔"

بلیک زیرو کے جواب کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہو گیا اور وہ ریسیور رکھ کر تھکے ہوئے انداز میں کرسی پر گر گیا۔

پونے آٹھ بجے پھر فون کی گھنٹی بجی تھی۔

"ہیلو۔" بلیک زیرو نے ایکسٹو کے لہجے میں کہا۔

"طاہر۔" دوسری جانب سے سر سلطان کی آواز آئی۔

"جی ہاں میں ہی بول رہا ہوں۔"

"رابطہ قائم ہوا۔"

"ابھی تک نہیں۔ کوئی خاص بات۔"

"ہاں۔ پریذیڈنٹ ہاؤس کے سامنے والے بڑے چوراہے پر ایک اٹلک بال پڑی ہے اس بال میں سے ایٹمی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ سنگ ہی کا دوسرا پیغام ملا ہے اور وہ یہ کہ اس وقت اس بال سے نکلنے والی شعاعوں کا دائرہ چھ فٹ قطر کا ہے مگر ہر ایک گھنٹے بعد دائرہ ایک فٹ بڑھ جائے گا اور جب تک چاروں قیدیوں کو رہا نہیں کیا جاتا دائرہ بڑھتا رہے گا۔ اور یہ تم جانتے ہی ہو کہ اس دائرے میں آنے والی ہر چیز خاک بن جاتی ہے۔" سر سلطان نے بتایا۔

"جی ہاں۔" بلیک زیرو نے کہا۔ "یہ پریشان کن اطلاع ہے۔ پریذیڈنٹ ہاؤس کا فاصلہ چوراہے سے دس گز ہے اس طرح کل رات تک پریذیڈنٹ ہاؤس اس کی زد میں آجائے گا۔"

"ہاں۔ اطراف کے سارے راستے بند کر دیئے گئے ہیں۔ سردست انتظام

پولیس کے ذمے ہے مگر ایک گھنٹے بعد اس حصے کا کنٹرول فوج سنبھال لے گی۔۔

"یہ ہی بہتر ہے جناب۔ یہ پولیس کے بس کا روگ نہیں ہے۔۔

"جس طرح سے بھی ہو عمران سے رابطہ قائم کرو۔ ورنہ ان چاروں کو چھوڑ دو۔۔

"یہ میرے بس کی بات نہیں ہے جناب عالی۔۔

"کیوں۔؟"

"وہ چاروں قیدی کہاں رکھے گئے ہیں مجھے اس کا علم نہیں ہے۔۔

"اوہ ہو۔" دوسری طرف سے فکرمند لہجے میں کہا گیا۔ "پتہ ... کر سکتے ہو کہ ان قیدیوں کو کہاں رکھا گیا ہے۔"

"کوشش کرتا ہوں۔"

"دونوں باتوں کی کوشش کرو۔ میں ایک گھنٹے بعد پھر رابطہ قائم کروں گا۔" دوسری طرف سے سر سلطان نے کہا۔

"بہتر جناب۔" بلیک زیرو نے کہا اور دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہونے پر خود بھی ریسیور رکھ دیا۔

اس لئے سر سلطان سے جھوٹ بولا تھا کہ قیدیوں کے بارے میں اسے علم نہیں کہ کہاں رکھا گیا ہے۔ حالانکہ وہ خود ان کو لیکر آیا تھا اور اس وقت بھی وہ دانش منزل ہی میں قید تھے۔

مگر وہ سچ کہہ کر انھیں چھوڑنے کے لئے آمادہ نہیں تھا۔

ممکن تھا کہ وہ اتنے ہی اہم ہوں کہ ان کا چھوڑ دیا جانا عمران کے غصے کا سبب بنتا۔

اب اسے صرف ایک ہی بات کا انتظار تھا۔ عمران سے رابطہ قائم ہونے کا اور اسے امید تھی کہ

اب جلد ہی رابطہ قائم ہو جائے گا۔

کیونکہ پریذیڈنٹ ہاؤس کے سامنے موجود اٹامک بال کے بارے میں کسی نہ کسی ذریعے سے عمران کو معلوم ہو جائے گا۔ اور وہ فوری طور پر اس سے رابطہ قائم کرے گا۔

عمران اس وقت شہر کے بدنام علاقے عشرت کی گلیوں میں واقع نائٹ کلبوں میں سے ایک میں بیٹھا ہوا تھا۔

اس کے چہرے پر ایک ادھیڑ عمر آدمی کا میک اپ تھا اور چہرے مہرے سے وہ کوئی عادی نشہ باز اور عیاش نظر آرہا تھا۔ اس وقت بھی اس کی میز پر دیسی ٹھرے کی بوتل موجود تھی۔

یہ اور بات ہے کہ بھرے ہوئے گلاس قریب ہی کھڑکی میں رکھے ہوئے بڑے گملے میں خالی ہوتے رہے ہوں۔ وہ یہاں اس علاقے کے دادا خان زمان خان کے چکر میں آیا تھا۔

ابھی تک اس نے جو معلومات حاصل کی تھیں ان کے مطابق یہ آخری کلب تھا جہاں سے خان زمان خان کے ملنے کا امکان ہو سکتا تھا۔

یہاں آتے اسے آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا اور اس آدھے گھنٹے میں اس نے بیئر کی دو بوتلیں خالی کی تھیں اور ٹھرے کی آدھی۔ اب وہ اس تاک میں تھا کہ اسے سرو کرنیوالے ویٹر سے وہ کیسے بات کرے۔

وہ شکل ہی سے بہت زیادہ کینہ پرور اور چالاک لگ رہا تھا۔ عمران سوچ رہا تھا کہ اس سے پوچھنا ٹھیک بھی رہے گا یا نہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اس سے پوچھ گچھ کرے اور وہ سیدھا خان زمان خان کی طرف دوڑ جائے۔ کافی دیر کی سوچ و بچار کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ اسے ویٹر سے بات کرلینی چاہیئے۔

اس بار جیسے ہی وہ قریب سے گزرا عمران نے نشے سے بوجھل لہجے میں اسے پکار لیا۔

"کیا ہے بے بڈھے۔" ویٹر نے قریب پہنچکر پوچھا۔

"میرے دوست۔ میرے بچے۔" عمران نے کسی بہت زیادہ نشے میں چور آدمی کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "ذرا یہاں بیٹھو۔"

"کیوں۔؟" وہ غرا کر بولا۔ "مجھے لڑکی سمجھ لیا ہے کیا۔؟"

"ارے نہیں ایک.... کا.... کام ہے...."

"میں تمہارے باپ کا نوکر تو نہیں ہوں۔"

"روپے کماؤ گے۔" عمران نے اس کے چہرے کے قریب ہاتھ نچاتے ہوئے کہا۔

"کتنے۔؟" اس نے بھی سرگوشی میں پوچھا۔

"دوسو۔ چار سو۔ بولو۔"

"مگر کام کیا ہے۔؟" اس بار اس کا لہجہ نرم تھا۔

"رازداری شرط ہے بچو۔"

"ہزاروں راز اس سینے میں بند ہیں۔" وہ فخر سے سینے پہ ہاتھ مار کر بولا۔ "بولو کسی کو قتل کرانا ہے کیا۔؟"

"ہینہ۔" عمران نے حقارت سے کہا۔ "یہ کام میں خود ہی کر لیتا ہوں۔"

"بہت جیالے ہو۔؟"

"مجھے کچھ معلومات درکار ہیں۔"

"پولیس کے آدمی ہو۔؟" وہ مشکوک انداز میں بولا۔

"پولیس کا ہوتا تو لے جا کر پہلے بند کرتا پھر بات کرتا۔"

"کس قسم کی معلومات چاہتے ہو۔؟"

عمران نے پہلے چاروں طرف دیکھا پھر اسے جھکنے کا اشارہ کر کے سرگوشی میں بولا۔

"خان زمان خان کے بارے میں۔"

"اوہ۔ ہو۔" وہ ایک جھٹکے سے سیدھا کھڑا ہو گیا انداز ایسا ہی تھا جیسے اسے بجلی کا شاک لگا ہو۔ یا چلتے ہوئے انگاروں پر پیر پڑ گیا ہو۔

"کیوں۔؟ کیا ہوا۔؟" عمران نے پوچھا۔ لہجہ تمسخر اڑانے والا تھا۔

"فون بوتھ کی طرف آؤ۔" وہ غرا کر بولا۔ اور ایک طرف بڑھتا چلا گیا۔ عمران نے بوتل گلاس میں خالی کی اور اسے منہ تک لے جا کر گلاس واپس میز پر رکھ دیا چند لمحے بعد گلاس گھلے میں خالی ہو چکا تھا۔ اور وہ خود لڑکھڑاتا ہوا فون بوتھ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بوتھ کے آس پاس کوئی نہیں تھا۔ عمران وہاں رکا ہی تھا کہ ایک سرگوشی سنائی دی۔

"اس طرف آجاؤ۔"

عمران نے آواز کی سمت دیکھا وہی وڈیر فون بوتھ والی راہداری کے سرے پر کھڑا ہوا اسے اشارہ کر رہا تھا۔ عمران اسی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ ایک نسبتاً تاریک حصے میں رک گئے۔

"اب بتاؤ کیا چاہتے ہو۔؟"

"خان زمان خان کے بارے میں کچھ معلومات چاہتا ہوں۔"

"وہ خطرناک آدمی ہے۔"

"معاوضہ بھی خطرناک حد تک زیادہ ہے۔"

"چار سو روپے کم ہیں۔ آٹھ سو پر بات بنے گی۔"

عمران نے چپ چاپ سو سو کے آٹھ نوٹ اس کے حوالے کر دیئے۔"

"پوچھو کیا پوچھنا ہے۔؟"

"خان زمان خان کب اور کہاں ملے گا۔؟"

"ایک گھنٹے بعد وہ اسی کلب کے تہہ خانوں میں ملے گا۔"

"وہاں کیا ہے۔؟"

"تہہ خانوں میں اعلیٰ پیمانے پر جوا ہوتا ہے۔؟"

"میں وہاں جا سکتا ہوں۔؟"

"میں پہنچا دوں گا۔"

"خان آجکل کیا کر رہا ہے۔؟"

"پتہ نہیں۔ ویسے ہاتھ لمبے ہی مار رہا ہے۔" وڈیر نے بتایا اس کے نیچے آجکل کار دبی رہتی ہے اور جیب میں کڑکڑاتے ہوئے نوٹ۔"

کسی خاص پارٹی کے لئے کام کر رہا ہے۔؟"

"ہاں شاید ایسا ہی ہے۔"

"آٹھ سو روپے گول مول جواب کے لئے نہیں دیئے ہیں۔" عمران غرّایا۔

"بتا تو رہا ہوں۔" وڈیر نے کہا۔ "اپنا لہجہ بھی درست رکھو۔ میں ایسے لہجے کا عادی نہیں ہوں انتڑیاں باہر نکال دوں گا۔"

"بس زیادہ ڈینگ نہ ہانک۔" عمران بدستور سرد لہجے میں بولا۔ "تیرے جیسے کتنے ہی قبریں پہنچا دیئے ہیں۔"

"اچھا پوچھو۔ مجھے جلدی جانا بھی ہے۔" وڈیر جھلا کر بولا۔ وہ عمران کے لہجے سے کچھ مرعوب نظر آرہا تھا۔

"وہ کس پارٹی کے لئے کام کر رہا ہے۔؟"

"آگ بابا کے لئے۔"

"یہ کون ہے۔؟"

"کوئی نقلی پیر ہے۔ مگر ہے کمال کا آدمی۔ آگ پر اس طرح چلتا ہے جیسے ہم فرش پر چل رہے ہوں۔ ایک لنگوٹ پہن کر شعلوں کے درمیان کھڑا ہو جاتا ہے مگر آگ اثر نہیں کرتی۔"

عمران کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ بولا۔

"آگ بابا کہاں مل سکتا ہے۔؟"

"ہائی سوسائٹی کے بنگلے میں۔" وڈیر نے عمران کو پتہ بتا دیا۔

"یہ جو کچھ تم نے بتایا ہے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے یا صرف سنی سنائی ہے۔؟"

"آنکھوں سے دیکھا ہے۔ خان دادا ایک مرتبہ مجھے بھی اپنے ساتھ کام پہ لے گیا تھا۔

تب ہی میں نے آگ بابا کو دیکھا ہے۔"

"خان کے سپرد کس قسم کا کام ہے۔!"

"یہ تو مجھے علم نہیں البتہ اندازہ ہے کہ وہ اپنے بارے میں پبلسٹی کراتا ہے میرا مطلب ہے کہ وہ خان دادا کے ذریعے ایسی افواہیں پھیلاتا ہے کہ لوگ اسے پہنچا ہوا بزرگ اور پیر فقیر سمجھنے لگیں۔

"اور کچھ۔ کوئی غیر قانونی کام۔؟"

"وہ تو تم جانتے ہو ہمارا دھندہ ہے۔" ڈیٹر نے کہا۔ "جس کام پر مجھے خان دادا ساتھ لے گیا تھا اس میں ایک فارم ہاؤس سے زیورات چوری کرنے تھے۔ ہم تین آدمیوں نے بڑی صفائی سے زیورات چرائے اور چلے آئے پھر جب آگ بابا کو رپورٹ دی تو اس نے زیورات خان دادا ہی کو بخش دیئے اس میں سے مجھے بھی دس ہزار ملے تھے۔"

"ہونہہ۔" عمران نے سر ہلا دیا۔ "اس فارم ہاؤس کا پتہ بتاؤ۔"

ڈیٹر نے پتہ بتایا جسے عمران نے ذہن نشین کر لیا پھر پوچھا۔

"خان سے آگ بابا نے کسی کے قتل کا کوئی کام لیا ہے۔؟"

"نہیں۔ بالکل نہیں۔"

"کسی قسم کی گیندیں کہیں پھینکوائی ہیں۔؟"

"نہیں۔ وہ پراسرار آگ والی گیندوں کے بارے میں میں نے سنا ہے، شیدے نے اخبار پڑھ کر سنایا تھا۔ ایسے خطرناک کام خان دادا نہیں کرتا۔"

"اچھا یہ بتاؤ تمہارے یا خان زمان خان کے ساتھیوں میں کوئی ایسا آدمی بھی ہے جس کی ایک بھنوں پر جلنے یا کسی زخم کا نشان لکیر کی شکل میں ہو۔"

"نہیں۔ مگر ایسا آدمی میں نے دیکھا ہے۔"

"کہاں۔؟" عمران نے چونک کر پوچھا۔

"آگ بابا کی کوٹھی میں جب ہم وہاں گئے تھے تو وہ ایک کار میں بیٹھ رہا تھا۔"

"کار کا رنگ اور ماڈل۔؟"

"کار سرخ رنگ کی تھی اور شاید فاکسی تھی۔"

"خان ایک گھنٹے بعد یہاں یقینی طور پر ملے گا۔؟"

"ہاں۔ آج اس کا ایک پارٹی سے جوا ہے، دو لاکھ کی پارٹی کا ٹمنی ہے اس لئے وہ ضرور آئے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ہال ہی میں رہوں گا۔" عمران نے کہا۔ "جیسے ہی وہ آئے تم مجھے اطلاع کر دینا سو روپے اور ملیں گے۔"

"بالکل مگر روپے پہلے دیدو۔"

عمران نے بلا حیل و حجت روپے نکال کر اسے دیدیئے اور بولا۔

"اس بارے میں زبان بند رکھنا ورنہ زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"زبان بند ہی رہے گی۔" ویٹر نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "زبان کھول کر مجھے مرنا نہیں ہے خان دادا کو معلوم ہو گیا کہ میں نے زبان کھولی ہے تو وہ مجھے چھ ٹکڑوں میں بانٹ کر بھٹی میں ڈلوا دے گا۔"

"میں اسی میز پر جا رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں دوسری طرف سے گھوم کر آؤں گا۔" ویٹر نے کہا اور عمران واپس بوتھ والی سمت سے ہوتا ہوا اپنی ٹیبل پر آکر بیٹھ گیا۔ اب وہ اس طرح چاروں طرف نظریں دوڑا رہا تھا جیسے نشہ اکھڑ رہا ہو اور وہ مزید شراب منگانے کے لئے ویٹر کو تلاش

کر رہا ہو۔ پھر ویٹر کے نظر آتے ہی وہ غرا کر بولا تھا۔

"اے شراب کے ٹھیکیدار ادھر آؤ۔"

"کیا بات ہے۔" ویٹر قریب آکر غراتے ہوئے بولا۔

"ایک بوتل اور لے آؤ جلدی۔" عمران نے ہاتھ نچاتے ہوئے کہا اور ویٹر برا سا منہ بناتے ہوئے آگے بڑھ گیا عمران نشے بازوں کی طرح کبھی اونگھنے اور کبھی چونکنے انداز میں اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد بیرے نے ٹھرے کی بوتل لا کر عمران کی میز پر رکھ دی اس کا بوتل رکھنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ عمران پر احسان کر رہا ہو۔

عمران نے بوتل اس انداز میں پکڑ کر گلاس میں انڈیلی کہ کافی شراب میز پر گر پڑی۔ پھر اس نے گلاس ہونٹوں سے قریب کیا اور دوبارہ اس طرح میز پر رکھا کہ شراب چھلک گئی اور گلاس دوانگل خالی ہو گیا۔

ٹھیک اسی لمحے عمران نے ویٹر کو آتے دیکھا تھا اس نے ایک پلیٹ عمران کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"وہ آگیا ہے۔ اور ہال میں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" عمران نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا اور جیب سے ایک نوٹ نکال کر پلیٹ میں ڈال دیا۔ ویٹر پلیٹ اٹھا کر لوٹ گیا۔ عمران نے اپنے آس پاس کا جائزہ لیا پھر گلاس احتیاط سے گملے میں ڈال دیا۔

اب وہ بچی کچی شراب بوتل سے گلاس میں ڈال رہا تھا۔ یکبیک وہ چونک پڑا۔ اس کی نظریں ایک آدمی پر جم کر رہ گئی تھیں۔

آنے والا اچھے تن و توش کا آدمی تھا ہونٹوں پر باریک مونچھیں تھیں اور اس کے

انداز سے پھرتیلا پن جھلک رہا تھا۔ عمران اسے پہچان گیا۔ یہ خاور تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اب تک خان زمان خان کے تعاقب و نگرانی میں لگا ہوا ہے۔ عمران نے اپنے ایک ہاتھ کو سر کی جانب لے جاتے ہوئے مخصوص انداز میں جنبش دی تھی۔

خاور اس وقت عمران ہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ کا اشارہ پا کر وہ اسی طرف چلا آیا تھا۔

"بیٹھ جاؤ۔" عمران نے بدلے ہوئے لہجے میں کہا اور خاور بیٹھ گیا مگر اس کی آنکھوں میں الجھنیں تیر رہی تھیں۔ وہ تذبذب میں مبتلا تھا۔

"کیا رپورٹ ہے۔؟" اس بار عمران ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں بولا تھا۔ خاور کپکپا کر رہ گیا۔ عمران نے ایکسٹو کا لہجہ اسی لئے اختیار کیا تھا کہ وہ میک اپ میں تھا اور اس بات کا ڈر نہیں تھا کہ وہ پہچان لیا جائے گا۔

"آپ۔۔۔۔۔ آپ۔۔۔۔ یعنی۔۔۔۔ کہ باس۔" خاور ہکلا کر بولا۔

"ہوش ٹھکانے رکھو۔" عمران غرایا۔ "اور رپورٹ دہرا چلو۔ کیا خان زمان خان اسی طرف آیا ہے۔؟"

"جج۔۔۔ جی ہاں۔" خاور خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔ "وہ اسی طرف آیا ہے۔"

"تم صبح سے اس کا تعاقب کر رہے ہو۔؟"

"جی ہاں۔ صبح وہ ہوٹل سے نکلنے کے بعد بس گھومتا ہی رہا ہے۔"

"مون لائٹ سے کس وقت نکلا تھا۔؟"

خاور نے وقت بتایا تھا۔

"اس کے بعد کہاں کہاں گیا دہرا چلو۔"

"وہ سب سے پہلے گارڈن گیا تھا دو گھنٹے وہاں گھومتا رہا اور........" تھا اور نے چھ بجے تک کی ساری روداد دہرادی اس میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جو عمران کے کام کی ہوتی۔

"چھ بجے کے بعد وہ کیا کرتا رہا ہے۔؟"

"چھ بجے انٹرکان کے دوسرے چوراہے تک وہ ایک ٹیکسی سے گیا تھا پھر ٹیکسی سے اتر کر وہ سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی ایک ویگن تک پہنچا اور اسے لیکر روانہ ہوگیا پونے سات بجے تک وہ مختلف سڑکوں پر گھومتا رہا پھر سات بجکر دس منٹ پر وہ پریذیڈنٹ ہاؤس کے سامنے والے روڈ پر پہنچا۔ آپ کو معلوم ہے کہ پریذیڈنٹ ہاؤس کے سامنے بہت بڑا چوراہا ہے وہ اس چوراہے کے قریب چند لمحے کے لئے رکا تھا پھر ویگن میں چوراہے والی سمت ایک کھڑکی کھلی تھی۔ اور ایک فٹ بال کے برابر بڑی گیند نکل کر چوراہے پر جاگری تھی۔ ویگن اس گیند کے گرتے ہی آگے روانہ ہوگئی تھی پھر جب وہ ایک بڑا چکر کاٹ کر بیس منٹ بعد دوبارہ ادھر پہنچا تو اس چوراہے تک جانے والے سارے راستے بند پڑے تھے۔

"کیوں۔؟" عمران نے چونک کر پوچھا۔

"اس گیند سے وہی شعاعیں نکل رہی تھیں جنھوں نے انٹرکان اور الاسکا کے لان پر تباہی مچائی تھی۔"

"اوہ۔ ہو۔" عمران کے منہ سے نکلا۔ "یہ سب تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

"جی ہاں۔ خان زمان خان نے ویگن ایک جگہ روک دی تھی اور دوسرے تماشائیوں کی طرح سے خود بھی ان میں مل کر آگے پہنچا تھا۔ میں نے بھی موقعہ دیکھ کر آگے جاکر اس گیند کو دیکھا تھا اس میں سے کاسنی شعاعیں نکل رہی تھیں اور ان کا قطر تقریباً پانچ ساڑھے پانچ فٹ کے لگ بھگ تھا۔ اور اس سے آنچ سی اٹھتی محسوس ہو رہی تھی۔

"کوئی نقصان تو نہیں ہوا۔؟"

"نہیں جناب۔ میں نے وہاں ایسے کوئی آثار نہیں دیکھے۔"

"ویگن سے گیند کے نکلنے کا منظر اور لوگوں نے بھی دیکھا ہوگا۔؟"

"مجھے یقین نہیں ہے کہ کسی اور نے بھی وہ منظر دیکھا ہوگا۔" خاور نے کہا۔ "کیونکہ اگر میں ویگن کی نگرانی نہیں کر رہا ہوتا تو وہ منظر میں بھی نہیں دیکھ پاتا۔"

"اس کے بعد ویگن کا کیا بنا۔؟"

"جب ہم واپس آئے تو ویگن غائب تھی۔"

"گویا کوئی اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔"

"نہیں جناب ویگن کے تعاقب میں کوئی نہیں تھا۔"

"ہونہہ۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے ہنکارا بھرا۔ اسے خاور کی بات کا یقین تھا کیونکہ یہ ممکن تھا کہ جس طرح خان زمان خان نے ویگن انٹرکان کے قریب سے لی تھی اسی طرح اسے چھوڑنے کا حکم بھی ملا ہوا اور یہ ایک طرح سے طے شدہ پروگرام رہا ہو۔

"ویگن کس وقت غائب ہوئی تھی۔؟"

"پونے آٹھ بجے کا وقت رہا ہوگا۔"

"اس کے بعد۔" عمران نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے پوچھا گھڑی ساڑھے نو بجا رہی تھی۔

"اس کے بعد اس نے مون لائٹ کے برابر والے ہوٹل میں ڈنر کیا تھا اور وہاں سے اٹھ کر سیدھا اسی طرف آیا ہے۔"

"ہونہہ۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "تم احتیاط سے اس کی نگرانی کرتے

رہو اور جب جب موقع ملے رپورٹ دو۔ وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہونا چاہیئے۔"

"بہتر جناب۔"

"بس اب جاؤ۔" عمران نے کہا اور خاور اٹھ گیا۔ عمران چند لمحے وہاں بیٹھا رہا پھر وہ اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ کافی دور آجانے کے بعد اس نے ٹیکسی لی اور صدر کا کہہ کر اندر بیٹھ گیا۔ صدر اترنے کے بعد اس نے پھر ایک ٹیکسی لی اور انٹر کان کی جانب چل دیا۔

ڈرائیور بڑی مشکل سے اس طرف جانے پر آمادہ ہوا تھا۔ انٹر کان سے آگے بڑھتے ہی عمران نے کاروں کا ایک جم غفیر دیکھا تھا جو سڑک کے کنارے کھڑا ہوا تھا۔ وہ بھی اتر پڑا۔ ویسے بھی گاڑیوں کے آگے جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ لوگ پیدل ہی آگے جا رہے تھے۔ وہ بھی چلتا رہا۔

پریذیڈنٹ ہاؤس کے چوراہے سے بہت پہلے ہی اسے رک جانا پڑا تھا اب مزید آگے بڑھنا ناممکن لگ رہا تھا۔ کچھ اسی قدر بھیڑ تھی وہاں پر۔ آدمی پر آدمی چڑھا ہوا لگ رہا تھا۔ سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ عمران چند لمحے سوچتا رہا پھر اس کی نگاہ بائیں طرف کے ایک بنگلے کی اونچی حد بندی دیوار پر پڑی اور فوراً ہی اسے آگے جانے کا راستہ سوجھ گیا۔ وہ حد بندی سے قریب ترین پیڑ پر چڑھا اور وہاں سے حد بندی کی دیوار پر اتر گیا۔ پھر ایک ٹانگ دائیں اور دوسری بائیں لٹکائی اور آگے کھسکنے لگا۔

اس طرح وہ دو تین بنگلوں کی حد بندی کی دیوار پر چلتا ہوا ٹھیک اس جگہ پہنچا جہاں پولیس کا پہرہ تھا اور کانسٹیبل کسی کو آگے نہیں بڑھنے دے رہے تھے۔ عمران نے چوراہے کی طرف دیکھا۔

چوراہے کے گرد تقریباً آٹھ فٹ کے دائرے میں کاسنی رنگ کی شعاعیں تڑپ رہی تھیں۔

اور ان کے درمیان آگ کا ایک گولا سا پڑا ہوا تھا۔ اسی گولے سے ننھے ننھے دائرے نکل کر اوپر اٹھ رہے تھے اور یہ ہی دائرے ایک مخصوص بلندی پر پہنچکر پھیلتے تھے اور پھر ان کا قطر آٹھ فٹ کے لگ بھگ ہو جاتا تھا۔

عمران نے دیکھا کہ دائرے کے نیچے سڑک کا تارکول پگھل چکا تھا اور اس طرح نظر آرہا تھا جیسے جل رہا ہو۔

کاسنی لہروں کے دائروں کے اوپر عمران نے ویسی ہی لہریں دیکھیں تھیں جیسی کسی تپتی ہوئی لوہے کی سلاخ سے نکلتی ہیں۔

گرم اور جھلسا دینے والی لہریں۔

عمران کافی دیر ان کا جائزہ لیتا رہا پھر جس طرح آیا تھا اسی طرح واپسی کے لئے پلٹ پڑا۔ کچھ دیر بعد وہ انٹرکان سے دو فرلانگ دور ایک پبلک فون بوتھ سے دانش منزل کے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔

سلسلہ ملنے میں دیر نہیں لگی تھی۔

"ایکسٹو۔" دوسری طرف سے اسے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"میں بول رہا ہوں کالے صفر۔"

عمران نے کہا۔

"اوہ آپ....." دوسری جانب سے بلیک زیرو کی ہیجان خیز آواز آئی۔ "آپ تھے کہاں۔ میں نے ہر جگہ آپ کو تلاش کیا ہے۔"

"کوئی خاص خبر کالے صفر۔؟"

"جی ہاں۔ خاص الخاص اور اہم بھی۔"

"کہو۔"

"سر سلطان کا فون آیا تھا..........."

بلیک زیرو کی آواز آئی مگر جملہ پورا نہیں ہوا ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا اور فون بوتھ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ایک قریب ترین کار بھی زد میں آئی تھی اور اب وہاں شعلے اٹھ رہے تھے۔

ختم شد

اس کے بعد پڑھیئے نیا ناول

# آگ بابا

شائع ہو چکا ہے

مصنف:- ایس قریشی

قیمت:- ۵/۵۰

○ سنگ ہی سے ملیے۔

○ وہ چاروں کون تھے جس کو چھڑانے کے لئے پورا شہر جلا ڈالنے کی دھمکی دی جارہی تھی۔

○ کیا اس دھماکے کے بعد عمران زندہ رہا۔؟

سنسنی، سسپنس۔ اور ایکشن سے

آفسٹ کی لکھائی چھپائی، خوبصورت سرورق

آج ہی طلب کیجئے

ملنے کا پتہ

**ایوب اکیڈمی** ۳ر لیاقت آباد کراچی ۱۹ر

محمد سجاد بھٹی، سیف الملوک عباسی، یاسر حسنین